جون 2009ء


زیر انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی، سرگودھا

# کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

☆ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

☆ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی النور حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

☆ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1۔ اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کیلئے ادارہ میں داخل کروا کر۔

2۔ طلبہ کی کفالت کی ذمہ [illegible] طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔



3۔ ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کیلئے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔

4۔ ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔

5۔ ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

**آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔**


تحصیل زر کیلئے

**پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ**

زاہد کالونی متصل جوہر کالونی سرگودھا فون 048-3221472

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

# دقائق اسلام

سرگودھا

جلد: ۱۳ جون سن ۲۰۰۹ء شمارہ: ۶



## فہرست مضامین



مدیر اعلیٰ: ملک ممتاز حسین اعوان

مدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک ممتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰

مقام اشاعت: سلطان المدارس سرگودہا

کمپوزنگ: مجتبیٰ حیدر

زر تعاون 200 روپے

لائف ممبر 5000 روپے

# دہشت گرد مکاؤ۔۔ملک بچاؤ

وطن عزیز پاکستان اس وقت شدید بحران کا شکار ہے خود کش حملے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے غیر ملکی ہاتھ پاکستان کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں شرپسند عناصر ان کے ہاتھ پر کھلونا بنے ہوئے ہیں سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں اگر ان شر پسندوں کو لگام نہ دی گئی تو ملک بچ نہ سکے گا مذہبی انتہا پسند اسلام کے نام پر تخریب کاری میں مصروف ہیں پاکستان کا ہر شہری اس صورت حال سے پریشان و مضطرب ہے ان ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے ملک میں مہنگائی اور بیروزگاری کا جن بوتل سے باہر آگیا ہے پورے ملک میں بے اطمینانی کی لہر چل پڑی ہے وطن عزیز کا کوئی ادارہ اور پاکستان کی کوئی شہری اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ رہا ایسے حالات میں ہر پاکستان کا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔

سوات دیر اور دیگر شمالی علاقہ جات جو کہ خوبصورت اور دلکش مناظر کیوجہ سے سیاحوں کی آمد کا مرکز رہے ہیں آج ان دہشت گردوں کیوجہ سے کشت و خون میں نہا رہے ہیں پاک فوج جس نے آزمائش کی ہر گھڑی میں وطن عزیز کی حفاظت اور سلامتی کے لئے اپنی تمام تر صلاحتیں بروئے کار لا کر وطن پر کوئی آنچ نہیں آنے دی قابل تحسین قربانیاں دیکر ملک کے استحکام اور بقاء کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا آج بھی پاک فوج کے جوان اور افسران ملکی بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں اور وطن دشمن عناصر کی سرکوبی کے لئے برسرپیکار ہیں افواج پاکستان کو پاکستانی عوام کی حمایت حاصل ہے ارباب اقتدار کے یہ ارادے کہ دہشت گردوں سے ملک کو پاک کر دیا جائیگا قابل داد و آفرین ہیں ہمارے خیال میں دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو ختم کرنے تک یہ کارروائی جاری رہنی چاہیئے اور ان ملک دشمنوں کی تباہی و بربادی تک یہ آپریشن جاری و ساری رہنا چاہئے تاکہ ملک کے باسی سکھ اور چین کا سانس لے سکیں ان کے پس پردہ حامیوں کو تلاش کیا جائے اور ان کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جائے غیر ملکی اشاروں پر ناچنے والے جب تک اپنے منطقی انجام کو نہیں پہنچتے کاروائی جاری رکھی جائے پناہ گزینوں کی امداد اور بحالی کے لیئے حکومتی کوششیں قابل تحسین ہیں پوری پاکستانی قوم اس آزمائش کی گھڑی میں بے گناہ اور مظلوم پناہ گزینوں کے ساتھ ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مملکت پاکستان کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے عزائم سے محفوظ رکھے اور وطن عزیز کی طرف ہر اٹھنے والی نگاہ ناکام ہو اور پاکستان کے عوام سکھ اور راحت سے زندگی گزاریں۔

پاکستان کے تمام دانشور علماء اور سیاست دان مل کر اس نازک گھڑی میں استحکام و بقائے پاکستان کی خاطر تن من دھن کی بازی لگا دیں اور اتحاد و یگانگت سے دشمن کے عزائم کو ناکام بنا دیں تاکہ ملک امن و سکون کا گہوارہ بن جائے اللہ تعالیٰ ملک اور اس کے باسیوں کا حامی و ناصر ہو۔

## باب العقائد

# امورِ تکونیہ کی انجام دہی سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام سے متعلق نہیں ہے

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

یہ بات ناقابل رد دلائل و براہین سے ثابت کی جاچکی ہے کہ امور تکوینیہ یعنی خلق و رزق کا تعارف و احیاء اور شفاء مرض وغیرہ کی انجام دہی ان ذوات مقدس کا منصب و مقام نہیں ہے نہ بطور تفویض، نہ بطور توکیل اور نہ بصورت آلات بلکہ ان کا اصلی منصب دین اسلام کی تبلیغ، نشر و اشاعت اور اسکی حفاظت ہے۔ اور ان امور میں ان کا مقام وسیلہ ہے اور لوگوں کی شفاعت و سفارش کرنا ہے۔ اور انجام دہی خداوند عالم کا کام ہے۔ اس بیان سے یہ معمہ خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ جب یہ امور خداوند عالم سے متعلق ہیں تو امور تکوینیہ کی انجام دہی ائمہ طاہرین کے متعلق نہیں ہے۔

تیسرے باب میں ناقابل انکار دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے اس امر کو ثابت کیا جاچکا ہے کہ امور تکوینیہ (خلق، رزق، اماتت، احیاء اور شفاء امراض وغیرہ) میں ان بزرگواروں کا منصب و مقام بارگاہ قدرت میں لوگوں کی شفاعت و سفارش کرنا ہے۔ جہاں تک ان کی انجام دہی کا تعلق ہے اور پھر وہ بھی بطور وظیفہ و ڈیوٹی وہ قطعاً ان کے متعلق نہیں ہے نہ بطور تفویض نہ بلحاظ توکیل اور نہ بصورت آلات وغیرہ۔ تو اس سے ارباب عقل سلیم و طبع مستقیم کے لئے یہ معمہ خود حل ہو جاتا ہے کہ جب یہ امور خداوند عالم نے ان کے قبضہ و اختیار میں دیئے ہی نہیں۔ (بل لہ الخلق والامر) تو پھر امور کو ان حضرات سے طلب کرنا اور ان کے متعلق براہ راست ان سے اس طرح مدد مانگنا کہ وہ خود اولاد دیں، یا رزق دیں یا بیمار کو شفا دیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس دوسرے تکوینی امور کو انجام دیں۔ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر بفرض محال چند لمحات کے لئے تفویض غیر استقلال کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ باذن اللہ ان امور کی انجام دہی ان کے سپرد ہے تاہم ان امور میں ان کی طرف رجوع کرنا ایک بے معنی سی بات ہے۔ کیونکہ بنابریں کرتا تو پھر بھی یہ سب کام خدا کا ہے ہاں صرف ان کا اظہار و اجراء ان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مگر یہ حضرات اپنی مرضی و منشاء سے وہ کچھ بھی نہیں کرتے۔ و هم بامرہ یعملون اندریں حالات ظاہر ہے کہ رجوع اسی ذات قادر و قیوم کی طرف ہی کیا جائے گا۔ جس کے قبضۂ قدرت میں ان تمام امور کی بست و کشاد ہے۔ (تبارک الذی بیدہ الملک و ھو علی کل شئی قدیر) جیسا کہ ملائکہ جو مدبرات امر ہیں۔ اور تدبیر عالم میں بمنزلۂ آلات خداوندی ہیں۔ یعنی خداوند عالم روحیں بذریعہ ملک الموت قبض کرتا ہے۔ رزق بتوسط میکائیل تقسیم فرماتا ہے۔ اور حفاظت بواسطۂ جبرئیل کرتا ہے (الی غیر ذلک) تو کیا کبھی کسی شخص نے ان فرشتوں سے مدد طلب کی ہے؟ کہ میری روح قبض نہ کرو، یا میری روزی فراخ کر دو۔ یا میری حفاظت کرو۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان امور کی انجام دہی میں ان فرشتوں کی ذاتی مرضی و منشاء

کو کوئی دخل نہیں ہے۔ نہ یہ کچھ بڑھا سکتے ہیں اور نہ گھٹا سکتے ہیں۔ بل عباد مکرمون لایسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعلمون۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ دینی امور میں تفویض ثابت ہے مگر آج تک کسی مومن نے آئمہ اطہار سے یہ گزارش کرنے کی جرات نہیں کی۔ کہ میرے آقا۔ فلاں چیز کو حلال بنادو یا فلاں چیز کو حرام قرار دے دو۔ یا فلاں واجب کے ترک کرنے یا فلاں حرام کے بجالانے کی مجھے رخصت دے دو۔ (معاذ اللہ) کیوں؟ فقط اس لئے کہ وہ ماتشا دن الا ان یشاء اللہ کے مصداق ہیں۔ خدا کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دینے والے ہیں۔ نظام شریعت میں انہیں کسی قسم کا کچھ تغیر و تبدل کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ لیکن جب تکوینی امور میں سرے سے تفویض ثابت ہی نہیں۔ نہ استقلالی اور نہ غیر استقلالی۔ پھر خلق کرنے رزق دینے اور مارنے وجلانے جیسے اُمور میں ان سے مدد مانگنے کا کیا محل باقی رہ جاتا ہے؟

ہاں چونکہ ان امور میں ان ذوات مقدسہ کا کام ہماری شفاعت اور سفارش کرنا ہے لہٰذا ان کے ظاہری حین حیات کی طرح اب بھی ان کی بارگاہ معلیٰ میں یہ استدعا کرنا صحیح ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی سے ہمارے یہ کام انجام دلوادیں یعنی بطور وسیلہ و شفاعت ان سے مدد مانگنا درست ہے ظاہر ہے کہ کسی کام کو کسی اور ہستی سے انجام دلوا دینا بھی ایک قسم کی مدد ہے۔ اس لئے بطور وسیلہ ''یا علیؑ مدد'' کہنا اور ان کو ''حلال مشکلات'' بلکہ مشکل کشائے عالم سمجھنا یقیناً صحیح ہے۔ کوئی مومن عارف اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

☆☆☆☆☆

## بقیہ باب الاعمال

اتنے سال کے بعد وہ کروں گا۔ ہنوز بڑا وقت ہے فلاں وقت ایسا کروں گا۔ یہ بڑی خطرناک قلبی بیماری ہے جس کا سبب حب دنیا اور جہالت ہے اس کا نتیجہ ترک اطاعت، حرص، طمع، آخرت کی فراموشی اور دل کی سختی ہے جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ان اخوف ما اخاف علیکم اثنان اتباع الھوی و طول الامل اما اتباع الھوی فیسد عن الحق و اما طول الامل فینسی الاخرۃ (نہج البلاغہ) مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ خطرہ دو چیزوں کا ہے ایک خواہش نفسانیہ کی پیروی۔ دوسری لمبی امیدیں کیونکہ خواہش کی اتباع آدمی کو حق سے باز رکھتی ہے اور لمبی امیدیں آخرت بھلا دیتی ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ ''اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء و اذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح'' جب صبح کرو تو نفس سے شام کی بات نہ کرو اور جب شام کرو تو صبح کی بات نہ کرو، نہ معلوم شام یا صبح ہوتے ہوتے کیا انقلاب رونما ہو جائے جو کچھ کرنا ہے آج کرلو۔ ما تدری ما اسمک غداً۔ تجھے کیا معلوم کہ تیرا نام کل کیا ہوگا۔ (زندوں کی فہرست میں ہوگا یا مردوں کی لسٹ میں؟) لہٰذا انسان کو چاہئے کہ جب مستقبل کے بارے میں کوئی بات کرے کہ ایسا کروں گا تو ''انشاء اللہ'' ضرور کہے۔ اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو جس قدر ہو سکے مختصر کرے اور وقت موت کی آمد کا منتظر رہے۔ لہٰذا عقلمندی یہ ہے کہ

ہر چہ گیرید مختصر گیرید
فان الموت یاتیک و لو صیرت قارونا

باب الاعمال

# رضا بالقضا کا بیان

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

رضا بالقضا کا بیان:

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ جانتے ہوئے کہ دکھ ہو یا سکھ' رنج ہو یا راحت' غم ہو یا فرحت فقر ہو یا غنا' صحت ہو یا مرض' موت ہو یا حیات' سب خدائے عادل و مہربان کی طرف سے ہیں۔ نیز یہ بھی یقین ہو کہ خدا اپنے بندوں کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جس میں ان کی بہتری ہوتی ہے اگرچہ وہ اس کی مصلحت کو نہ بھی سمجھ سکیں اور یہ بھی علم ہو کہ جزع و بے قراری یا ناراضی اور اعتراض کرنے سے خدا کی قضا بدل بھی نہیں سکتی ہر حالت میں راضی برضائے الٰہی رہے اور کسی حالت میں بھی نہ خدا پر ناراض ہو اور نہ ہی زبان اعتراض دراز کرے' اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا دل و دماغ ہر قسم کے فکر و غم سے آزاد ہو جاتا ہے۔

سچ ہے کہ

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آسان ہو گئیں

حدیث قدسی میں وارد ہے۔ خدا فرماتا ہے: ''من لم یرض بقضائی و لم یصبر علی بلائی و لم یشکر نعمائی فلیخرج من ارضی و سمائی و لیطلب ربا سوای''

''جو شخص میری قضا و قدر پر راضی نہیں رہ سکتا، میری نازل کردہ بلا و مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ میری زمین و آسمان سے نکل جائے اور کوئی اور پروردگار تلاش کرے''۔ (الجواہر السنیہ) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تکلیف و مصائب کے ازالہ کے جو ظاہری علل و اسباب ہیں ان کو بروئے کار نہ لائے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ نہیں بلکہ مقدور بھر کوشش کرے مگر نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے اور اگر اس کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو تو سمجھ لے کہ تقدیر کچھ اور ہے کیونکہ

تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے

اور پھر صبر و شکر سے کام لے کر مہر بلب ہو جائیے جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ درحقیقت اسلام جس توکل و اعتماد علی اللہ پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کا بھی صحیح مفہوم یہی ہے کہ ممکنہ سعی و کوشش کر کے نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔

گفت پیغمبر بآواز بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

خدا پر توکل کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آدمی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو۔

قصر امل:

اخلاق مطہرات میں سے ایک قصر الامل (امیدوں کا مختصر کرنا) بھی ہے لمبی امیدیں باندھنا کہ میں بوڑھا ہو کر یہ کروں گا

بقیہ صفحہ نمبر ۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں

باب التفسیر

# موت کا ایک دن مقرر ہے

ازقلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

سورہ آل عمران

و ما کان لنفسٍ ان تموت الا باذن اللّٰہ کتاباً مؤجلاً و من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا و من یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منہا و سنجزی الشاکرین (۱۴۵) و کاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما و ھنوا لما اصابہم فی سبیل اللّٰہ و ما ضعفوا و ما استکانوا واللّٰہ یحب الصابرین (۱۴۶) و ما کان قولھم الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین (۱۴۷)

ترجمہ:

کوئی ذی روح خدا کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا موت کا وقت تو لکھا ہوا (معین) ہے اور جو شخص (اپنے اعمال کا) بدلہ دنیا میں چاہتا ہے تو ہم اسی (دنیا) میں دے دیتے ہیں اور جو آخرت میں بدلہ چاہتا ہے تو ہم اسے آخرت میں دیتے ہیں اور ہم عنقریب شکر گذار بندوں کو جزا (خیر) عطا کریں (۱۴۵) اور بہت سے ایسے نبی (گذر چکے) ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی تو اللہ کی راہ میں ان پر جو مصیبتیں پڑیں ان پر وہ نہ پست ہمت ہوئے اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ (دشمن کے سامنے) سرنگوں ہوئے اور اللہ صبر و تحمل رکھنے والے (ثابت قدموں) سے محبت رکھتا ہے (۱۴۶) (ایسے موقع پر) ان کا قول اس (دعا) کے سوا کچھ نہیں تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری زیادتی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر فتح و نصرت عطا فرما (۱۴۷)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب موت کا وقت مقرر ہے جو جبن و بزدلی سے بڑھ نہیں سکتا اور شجاعت و بہادری سے گھٹ نہیں سکتا۔ تو پھر میدان جہاد سے راہ فرار کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟ اس طرح خداوند حکیم مجاہدوں کی ہمت بڑھانا چاہتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کسی شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت عرض کیا کہ جب بعض اوقات بڑے بڑے بہادر بھی میدان جنگ سے فرار کر جاتے ہیں تو آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا

من ای یومین افر
یوم ما قدر و یوم قدر

زندگی کے دو دن ہیں ایک دن وہ ہے جس میں موت مقرر ہو چکی ہے (اس دن فرار سے بچا نہیں سکتا) اور ایک دن وہ ہے جس میں موت مقرر نہیں ہے (اس دن لڑنا مار نہیں سکتا)۔ پھر فرار سے کیا حاصل؟ (دیوان منسوب حضرت امیرؑ) حضرت امیرؑ کا ہی

یہ مشہور فرمان ہے کہ کفی بالموت حارساً کہ موت بہترین محافظ ہے۔ جو اپنے مقررہ وقت سے پہلے آدمی کو مرنے نہیں دیتی اور جب وقت آجائے تو وہ ٹل نہیں سکتا اس سے آگے جو کچھ بیان کیا گیا ہے جو وہ قانون قدرت کا بیان ہے کہ ہر کام کرنے والے کو اس کے کام کا معاوضہ ضرور ملتا ہے ہاں بموجب ہے ''انما الاعمال بالنیات'' دنیا طلبوں کو دنیا ملتی ہے اور آخرت کے طلبگاروں کو آخروی اجر وثواب ملتا ہے سابقہ آیت کے آخر میں فرمایا ''سنجزی اللہ الشاکرین'' یہاں فرمایا سنجزی الشاکرین۔ کہ ہم شکر گذاروں کو جزائے خیر عطا کریں گے۔ اگرچہ یہ قدرت کا قانون مکافات ہے جسکے مطابق وہ ہر شخص سے اسکی روش و رفتار کے مطابق سلوک کرتا ہے مگر اس جزء کے نزول کی ایک خاص شان حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ احد میں حضرت علیؑ کے بدن اقدس پر ساٹھ زخم لگے تھے۔ جنہیں دیکھ کر ہر شخص کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے مگر اس کے باوجود آنحضرتؐ اور عام مسلمان آپکی عیادت کر رہے تھے مگر حضرت علیؑ برابر شکر خدا کر رہے تھے کہ الحمد للہ اذ لم افرو لم اولی الدبو میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں ثابت قدم رہا اور راہ فرار اختیار نہیں کی۔ تو خدا نے دوبارہ ان کے اداشکر کا تذکرہ فرمایا ہے (مجمع البیان)۔ قل کل یعمل علی شاکلۃ۔

''کاین'' کم خبریہ کے معنی میں ہے اصل میں ''ای'' تھا اس پر کاف تشبیہ کا داخل کر کے نون تنوین کو نون کی شکل میں لکھ دیا گیا۔ اسمیں مشہور لغت کائن بھی ہے۔ ربون کی راپر تینوں حرکتیں آسکتی ہیں زمخشری نے اس کا معنی رب والے ہی کیا ہے۔ والربیون الربانیون (کشاف) لیکن علامہ قرطبی نے دوسرا معنی انبوہ کثیر بھی لکھا ہے ''الربیون الجماعۃ الکثیرۃ'' اس صورت میں اس کا واحد ربی ہے اور ربہ بمعنی جماعت کی طرف منسوب ہے۔ بہرنوع اس آیت میں بھی ان لوگوں کی سرزنش کی جارہی ہے جن کے قدم احد میں ڈگمگا گئے۔ کہ پہلے انبیاء کرام اپنے صحابہ سمیت کفر سے جنگ آزما ہوئے لیکن وہ مصائب و شدائد میں گھبرائے نہیں اور تم تو خیر الامم ہو اور سید الانبیاء کے غلام ہو کیا تمھیں یہ زیب دیتا ہے کہ مصیبت کے لمحوں میں ثابت قدم نہ رہو (ضیاء القرآن) انبیاء ما سلف کے یہ مخلص جان نثار اس صبر و ثبات کے باوجود اپنے کردار پر فخر و ناز نہیں کرتے تھے بلکہ نہایت عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہ خدا میں چند دعائیں کرتے رہتے تھے۔



۱۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سابقہ گناہ معاف فرما دے ۲۔ اپنے کام (جہاد) میں ہم سے جو زیادتی یعنی کوتاہی ہوگئی ہے اسے معاف فرما ۳۔ ہمیں ثابت قدم رکھ ۴۔ ہمیں کافروں پر فتح ونصرت عطا فرما۔ اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ ایک بندہ خدا جس قدر بھی کوئی بڑا نیک کام انجام دے اور راہ خدا میں جس قدر بھی مالی یا بدنی جہاد کرے اسے عجب و غرور کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ توفیق الہی کے اپنے شامل حال ہونے پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے ''الحمد للہ الذی ہدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ'' خدائے مہربان ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی صلہ عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی بہترین ثواب یعنی جنت الفردوس عنایت فرماتا ہے۔

واللہ یحب المحسنین

☆☆☆☆☆☆☆

## باب الحدیث

# اسلامی اسلام کا حکم اور اس کے احکام

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

اسلام جو کہ دین معاشرت اور دین مدارات ہے اسمیں سلام و کلام کرنے کے آداب و مستحبات بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کے قواعد قوانین کا تذکرہ کیا گیا ہے چنانچہ

۱۔ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا السلام تطوع و الرد فریضہ یعنی سلام کرنا مستحب ہے مگر اسلام کا جواب دینا فرض ہے (الکافی)

۲۔ نیز انہی سرکار سے منقول ہے فرمایا ابدا بالسلام قبل الکلام فمن بداء بالکلام قبل السلام فلا تجیبوہٗ یعنی کلام کرنے سے پہلے سلام کرنے سے ابتداء کرو۔ اور جو شخص سلام سے پہلے کلام کرے اس کی بات کا جواب نہ دو (ایضاً)

۳۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حقیقی بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے (سلام نہ کرے) (ایضاً)

۴۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا من التواضع ان تسلم علی من لقیت (ایضاً) تواضع کا تقاضہ ہے کہ تو جس سے ملاقات کرے اس سلام کرے۔

۵۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گزرنے والا بیٹھنے ہوئے کو (سوار پیادہ کو) اور قلیل کثیر کو سلام کرے (ایضاً)

۶۔ نیز انہی جناب سے مروی ہے فرمایا جو شخص صرف السلام علیکم کہہ کر سلام کرے اسے صرف دس نیکیاں ملتی ہے اور جو اسلام علیکم و رحمۃ اللہ کہہ کر سلام کرے اسے بیس نیکیاں ملتی ہیں اور جو اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر سلام کرے اسے ستر نیکیاں ملتی ہیں۔



### بقیہ باب المسائل

اور جس کو نظر لگنے کا اندیشہ ہے تو وہ معوذتین پڑھے انشاء اللہ اس کا اثر بدزائل ہو جاتا ہے۔

سوال ۱۱۸: ''صدقہ کی اہمیت کیا ہے صدقہ کتنا اور کیسے دینا چاہیئے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ احادیث اہلبیتؑ میں صدقہ دینے کی بڑی فضیلت اور تاکید وارد ہوئی ہے یہاں تک وارد ہے کہ لایرد البلاء الاّ الدعا ولا یرد القضاء الا صدقہ بلا کو نہیں ذراتی مگر دعا اور اور قضا کو نہیں ٹالتا مگر صدقہ یہ بھی وارد ہے کہ دن اور رات کا آغاز صدقہ دینے سے کرنا چاہیئے۔ اس طرح آدمی دن رات بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ نیز واضح رہے کہ صدقہ ہر چیز کا دیا جاسکتا ہے۔ پیسہ ہو یا کپڑا روٹی ہو یا پانی یا کوئی اور چیز اس کے لئے کوئی مخصوص چیز نہیں ہے۔ اور ہر محتاج کو دیا جاسکتا ہے اور اگر کسی غریب اہل ایمان کو دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

## باب المسائل

# سوالات کے جوابات

بمطابق فتویٰ آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

گذشتہ سے پیوستہ مسائل جناب سید عارف حسین شاہ ایم۔اے۔ آف ڈیرہ اسماعیل خان

سوال ۱۱۳: جب دعائیں کرتے کرتے منظور نہیں ہوتیں تو مایوسی ہونے لگتی ہے تو اطمینان قلب کا حصول کیسے ممکن ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے متعدد علل و اسباب ہیں ۔ منجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ قبولیت دعا کے شرائط کا فقدان ہے اور وہ بڑی بڑی شرطیں دو ہیں ا۔صدق ۲۔اکل حلال۔ بقول شاعر

قرآن تو قرآن دعاؤں میں ہے تاثیر
جوہر جو نہیں کھلتے یہ عامل کی ہے تقصیر

دوسرا سبب دعا کرنے والوں کی لاعلمی ہے کہ وہ مفید و مضر چیز میں تمیز نہیں کرتے یعنی وہ ایک چیز کو اپنے لئے مفید سمجھ کر خدا سے طلب کرتے ہیں حالانکہ وہ چیز خدا کے علم کے مطابق ان کے لئے مضر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ مانگ مانگ کر تھک جاتے ہیں مگر خدائے کریم ان کے مفاد کی خاطر قبول نہیں کرتے۔ بلا تشبیہ ہمارے اور ہمارے پروردگار کی مثال بچے اور اس کے ماں باپ جیسی ہے کہ وہ اپنی ناسمجھی سے آگ کے انگارہ کو گوہر آبدار سمجھ کر اسکی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور اسکے حصول کی خاطر روتا دھوتا ہے مگر ماں باپ چونکہ انگارہ کے ضرر و زیاں سے واقف ہیں اس لئے وہ اسے نہیں دیتے۔ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون۔

اللہ بہتر جانتا ہے تم نہیں جانتے لہٰذا مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔ اور اطمینان قلب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یقین رکھے کہ دعا قبول ہو یا نہ ہو یہ خود عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز ہے ارشاد قدرت ہے ادعونی مجھ سے دعا مانگا کرو۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوتیں آخرت میں ان کا دعا کو اس قدر اجر و ثواب ملے گا کہ وہ خواہش کرے گا کہ اے کاش کہ میری دنیا میں کوئی بھی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی اور ان سب کا مجھے اجر و ثواب دیا جاتا۔



سوال ۱۱۴: تعویذات، دم کیا سرکار محمد و آل محمد علیہم سلام مستند طریقے سے مروی ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: یہ جو رسم ہے کہ پیر فقیر اور بعض بزرگ کچھ قرآنی سورتیں اور دعائیں پڑھ کر بیمار پر دم کرتے ہیں یعنی اس پر پھونک مارتے ہو یہ بات شرعاً ممنوع ہے۔ جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ الحدود والتعزیرات میں لکھتے ہیں: ''در قرآن و دعائے کہ برائے مطلبے بخواند خوب است مگر ندمند بر بان کہ درال نعدعہ جادو می شود'' کہ اگر قرآن و دعا کو کسی مطلب کیلئے پڑھی جائے تو بہتر ہے مگر منہ دم نہ کریں (پھونکے نہ ماریں) کہ اسمیں جادو کا شک پڑتا ہے اور جہاں تک تعویزات کا تعلق ہے تو یہ بھی بعض مطالب کے حصول یا بعض بیماریوں کے ازالہ کیلئے مل جاتے ہیں۔ مگر کم معصومین علیہم السلام نے اس سلسلہ میں زیادہ تر

پڑھنے کیلئے مخصوص نمازیں یا مخصوص دعائیں تعلیم دی ہیں۔ یہ پھر عام کتابوں میں بعض تعویزات کی بھرمار نظر آتی ہے۔ یہ مستند طریقہ ان ذوات مقدسہ سے مروی نہیں ہیں بلکہ حضرات امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض التمائم اشراک کہ بعض تعویذات شرکیہ ہوتے ہیں (مکارم الاخلاق)

سوال ۱۱۵: درشب معراج پس پردہ کلام کرنے کا مقصد مطلب کیا ہے؟ خدا پردہ کے اس طرف اور مصطفیٰ اس طرف اس طرح تو خدا کی جسمانیت اور محدودیت لازم آئے گی اصل حقیقت کی وضاحت ارشاد فرمائیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ خدا اس طرف اور مصطفیٰ اس طرف (العیاذ باللہ)

ع یہ ہوائی کس دشمن نہ اڑائی ہوگی

یہ باتیں دراصل مقصد معراج نہ سمجھنے کا قدرتی نتیجہ ہیں۔ خداوند عالم نے پیغمبرؐ خاتم کو اس لیے معراج پر نہیں بلوایا تھا کہ وہ ان کو اپنا آپ دکھائے یا پس پردہ رہ کر گفتگو فرمائے۔ بلکہ اس لئے بلوایا تھا کہ انہیں ملکوت سماوی میں اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں دکھائے جیسا کہ آیت معراج میں وارد ہے لنریہ من آیتنا۔ (تا کہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں) تا کہ عالمین کا نبی صرف سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ بچشم خود اپنی مشاہدہ کردہ حقیقتیں بیان فرمائے۔ اور شب معراج جو مکالمہ ہوا کہ پس پردہ سے آواز آئی تھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس طرف خدا بیٹھا ہوا تھا (العیاذ باللہ) بلکہ اس کا مطلب بالکل وہی ہے جو حضرت موسیٰ سے کلام کرتے وقت پہاڑ پر درخت سے آواز آئی تھی۔ خدا کیلئے یہی ہے کہ وہ جس چیز میں چاہتا ہے کلام پیدا کر دیتا ہے۔ ورنہ اسکی ذات جسم و جسمانیات مکان و مکانیات وغیرہ سے منزہ و مبرا ہے۔ کما لا یخفی و نعم ما قیل۔

؎ جنہیں ہم ڈھونڈتے تھے آسمانوں اور زمینوں میں
وہ نکلے آخر اپنے خانہ دل کے مکینوں میں

سوال ۱۱۶: کیا جادو کے اثرات رسول خدا و ائمہ ھدیٰ پر بھی ہوتے یا ہو سکتے تھے؟ جیسا کہ بعض روایات اور تفسیروں میں ملتا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ حضرت رسول خدا ہوں یا آئمہ ھدیٰ ان کا مقام تو انتہائی بلند و بالا ہے۔ جادو کا اثر تو ان لوگوں پر بھی نہیں ہوتا جو ان ذوات مقدسہ کے غلام ہیں یعنی کامل الایمان ہیں اور خدا پر توکل و اعتماد کرنے والے ہیں۔ ولا یفلح السا حیث اتی اس سلسلہ میں وارد شدہ روایات غیر معتبر ہیں اور اخبار احاد میں جو قابل اعتماد نہیں ہیں۔

سوال ۱۱۷: نظر بد کی حقیقت کیا ہے؟ طریق تحفظ بھی بیان فرمائیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اگر قرآن وسنت میں نظر بد کو برحق نہ کہا گیا ہوتا تو ہم اپنے مضبوط عقیدہ توحید کی بنا پر اس کا عقیدہ نہ رکھتے جناب یعقوبؑ اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں کہ لا تدخلو من باب واحد (القرآن) کہ تم سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا (تا کہ تمہیں نظر بد نہ لگ جائے)۔ اور متعدد احادیث میں وارد ہے کہ نظر بد ایک توانا آدمی کو قبر میں اور تندرست اونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے (الوسائل، البحار) اور اس میں نظر بد لگانے والے کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ بلکہ خدائے قدیر نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اسکی آنکھوں میں ایسی تاثیر ودیعت کی ہے کہ جو جس چیز پر تعجب اور پسند کی نظر ڈالے وہ اسکی بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔ جس سے بچنے کیلئے بعض اخبارات و آثار میں ہے کہ نظر بد لگانے والے کو چاہیئے کہ وہ پڑھے ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بقیہ صفحہ نمبر ۸ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المتفرقات

# شفیعہ روزِ جزا حضرت فاطمہ زہراؑ

از ڈاکٹر ملک افتخار احمد اعوان سرگودہا

۳۔ جمادی الثانی جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی تاریخ شہادت ہے۔ہم اپنے امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔

جناب سیدہ کے اسماء گرامی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک جناب سیدہ کے نو نام ہیں۔

۱۔فاطمہ ۲۔صدیقہ ۳۔مبارکہ ۴۔زکیہ ۵۔راضیہ ۶۔مرضیہ ۷۔محدثہ ۸۔زہرا ۹۔بتول

حضرت صادقؑ اپنے غلام سے فرماتے ہیں۔کہ کیا تجھے معلوم ہے۔کہ فاطمہ کا کیا معنی ہیں۔آپ کا غلام یونس عرض کرتا ہے کہ آپ ہی فرما دیجئے۔حضرتؑ نے فرمایا کہ فطمت من الشر یعنی برائیوں سے بچائی گئی۔

علامہ مجلسیؒ نے فرمایا کہ صدیقہ کا معنی معصومہ کے ہیں۔اور مبارکہ کا معنی علم وفضل و کمالات و معجزات اور اولاد کرام میں بابرکت ہونا ہے۔طاہرہ یعنی نقائص سے پاک زکیہ یعنی کمالات و خیرات میں نشو ونما پانے والی۔راضیہ یعنی قضائے الٰہی پر راضی۔مرضیہ یعنی پسندیدہ خدا و دوستان خدا۔محدثہ یعنی فرشتے ان کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔زہرا یعنی نور۔صورت اور معنی دونوں کے اعتبار سے احادیث متواترہ میں ہے کہ آنجناب کو فاطمہؑ کا نام اس لیے دیا گیا کہ حق تعالیٰ نے انہیں اور ان کے شیعوں کو جہنم کی آگ سے بچالیا ہے۔

## عظمت زہراؑ:

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جناب سیدہ کے گھر تشریف لے جاتے۔شیخ مفید اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے۔کہ رسول خدا نے فرمایا۔فاطمہؑ میرے بدن کا ٹکڑا ہے۔جو اس کو خوش کرے اس نے مجھے خوش کیا اور جو اس کو ناراض کرے۔اس نے مجھے ناراض کیا۔فاطمہؑ سب سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔شیخ طوسی حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔وہ کہتی تھیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بات کرنے میں رسولؐ خدا کے ساتھ فاطمہؑ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔جب جناب فاطمہؑ رسولؐ خدا کے پاس آتیں تو آپ انہیں مرحبا کہتے اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ کھڑے ہو کر استقبال کرتیں۔مرحبا کہتیں اور آنحضرتؐ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتیں۔



## جناب سیدہ کی چادر مبارک کی برکت:

ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے روایت کی ہے۔کہ ایک دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو قرض کی ضرورت محسوس ہوئی۔آپ نے جناب سیدہؑ کی چادر ایک یہودی کے پاس جس کا نام زید تھا رہن رکھی۔وہ چادر پشم کی تھی۔حضرت نے اس قرض سے کچھ جو لیئے اور گھر تشریف لے آئے۔یہودی چادر لے کر گھر

گیا۔ اور چادر کو ایک کمرے میں رکھ دیا۔ جب رات کو یہودی کی بیوی کمرے میں گئی۔ تو اس نے چادر سے ایک ایسا نور ساطع ہوتا دیکھا۔ کہ جس نے تمام کمرے کو روشن کر رکھا تھا۔ جب اس عورت نے یہ عجیب وغریب چیز دیکھی۔ تو اپنے شوہر کے پاس آئی۔ اور اس سے بات بیان کی۔ اس یہودی کو بھی تعجب ہوا لیکن وہ یہ بھول گیا۔ کہ اس کمرہ میں جناب سیدہ کی چادر رکھی تھی۔ وہ فوراً اٹھا اور اس کمرے میں گیا۔ تو دیکھا کہ اس خورشید فلک عصمت کی چادر کی شعاع نے بدر منیر کی طرح اس گھر کو روشن کر رکھا ہے۔ یہودی نے جب یہ دیکھا تو اس کا تعجب اور زیادہ ہوا۔ پس وہ یہودی اور اس کی بیوی اپنے عزیزوں کی طرف دوڑے یہودیوں کے اسی ۸۰ افراد جمع ہو گئے۔ اور جب یہ واقعہ دیکھا تو فوراً مل کر آئے اور پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں آکر اس چادر عصمت کی برکت سے مشرف باسلام ہو گئے۔

**عبادت وزہادت سیدہ زہراؑ:**

ابن ابویہ سند معتبر کے ساتھ حضرت امام حسنؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شب جمعہ میری والدہ ماجدہ محراب عبادت میں کھڑی ہوئیں۔ عبادت خدا میں اس قدر مشغول ہوئیں کہ ساری رات رکوع وسجود وقیام ودعائیں میں رہتیں۔ یہاں تک کہ جب طلوع ہو جاتی۔ اور اس مقدسہ بی بی کی عظمت اور شیعیان علیؑ اور محبان مظلوم کربلا سے الفت کا یہ عالم تھا۔ کہ بی بی تمام مومنین ومومنات کے نام لے لے کر دعا کرتیں۔ حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی والدۂ گرامی سے عرض کیا۔ اماں جان آپ اپنے لیئے دعا کیوں نہیں مانگتیں جس طرح دوسرے لوگوں کے لئے کرتی ہیں۔ تو فرمایا یا بنی الجار ثم الدار۔ اے بیٹا پہلے ہمسایہ کا بھلا چاہیئے پھر اپنا۔

حسن بصری سے منقول ہے کہ حضرت فاطمہؑ زہراؑ اس امت میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھیں۔ وہ عبادت خدا میں اتنی دیر کھڑی رہتیں کہ ان کے پاؤں متورم ہو جاتے۔

**مثالی عملی زندگی:**

ثعلبی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا انہی لخت جگر کے گھر تشریف لائے۔ اور دیکھا کہ جناب فاطمہؑ جل شتر کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی ہیں۔ اور اسی حالت میں اپنے بچے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں۔ جب آپؐ نے انہیں اس حالت میں دیکھا۔ تو رحمت للعالمین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا بیٹی آج دنیا کی تلخیاں برداشت کرو۔ کل آخرت کی حلاوتیں تمہارے لئے ہوں گی۔

جناب سیدہ نے عرض کیا۔ بابا جان میں خدا کی نعمتوں اور اس کی کرامتوں سے اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اس موقع پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ یعنی خداوند عالم قیامت کے دن تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ جو خدمت گھر کے باہر سے تعلق رکھتی ہے۔ پانی لانا۔ لکڑیاں وغیرہ جمع کرنا وہ حضرت علی علیہ السلام بجالائیں گے۔ اور جس خدمت کا تعلق اندرون خانہ سے ہے۔ مثلاً چکی پیسنا۔ روٹی پکانا اور جھاڑو دینا وغیرہ وہ حضرت فاطمہؑ کے ذمہ ہے۔ روایت میں ہے۔ کہ حضرت فاطمہؑ نے اتنی چکی پیسی کہ ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور چکی چلاتے چلاتے ان کے

دستہائے مبارک میں گٹے پڑ گئے۔

مقام حیا وعفت اور پردہ داری کی بلندی:

حضرت امیر المومنین راوی ہے کہ ایک نابینا شخص نے جناب سیدہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ تو جناب زہرا پردہ میں چلی گئیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا بیٹی تم نے اپنے آپ کو کیوں چھپایا۔ حالانکہ وہ شخص نابینا ہے۔ تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔ عرض کیا بابا جان وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں۔ اگر میں پردہ میں نہ ہوئی۔ تو وہ میری خوشبو کا استشمام کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک دن حضور اکرمؐ نے صحابہ سے عورت کی حقیقت و ماہیت کے متعلق سوال کیا۔ تو وہ کہنے لگے کہ عورت مستور ہے فرمایا کس وقت عورت خدا کے نزدیک زیادہ ہوتی ہے۔ اصحاب جواب نہ دے سکے۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے سنا۔ تو عرض کیا عورت اس وقت خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کی چاردیواری کے اندر ہو اور گھر سے باہر نہ نکلے حضرت نے فرمایا۔ بے شک فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔

مثالی محبت پدری:

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو اپنے بابا رسول خدا سے بے انتہا محبت تھی۔ چونکہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے بعد رسول اللہ نے ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا۔

ابن بابویہ نے سند معتبر سے روایت کی ہے کہ اللہ کی اس کائنات میں سب سے زیادہ گریہ کرنے والے پانچ اشخاص گزرے ہیں۔ حضرت آدمؑ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی ابن الحسین علیہ السلام۔

حضرت آدمؑ فراق جنت میں اتنا روئے کہ ان کے رخساروں پر رونے سے دو لکیریں پڑ گئیں۔ حضرت یعقوبؑ یوسف کے فراق میں اتنا روئے کہ نابینا ہو گئے اور حضرت یوسف اپنے بابا حضرت یعقوبؑ کی جدائی میں اتنا روئے کہ اس قید خانہ کے لوگ ان کے رونے سے اذیت و تکلیف میں تھے اور کہتے تھے کہ رات کو گریہ کرو اور دن کے وقت خاموش رہو۔ حضرت زین العابدینؑ اپنے بابا کی مصیبت پر پینتیس سال تک روتے رہے۔

اور جناب سیدہ اپنے والد بزرگوار کی وفات پر اتنا روئیں کہ آپ کے رونے سے اہل مدینہ پریشان رہنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ کے رونے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ پس بی بی مقبرہ شہداء احد میں چلی جاتیں۔ اور جتنا چاہتیں گریہ کرتیں اور پھر مدینہ واپس آجاتیں۔

باب المتفرقات

# رہبر کبیر انقلاب اسلامی ایران حضرت امام خمینیؒ

جس طرح دیگر تاریخ ساز شخصیتوں کے عظیم تر افکار کے بارے میں اظہار خیال کوئی آسان کام نہیں اسی طرح امام خمینیؒ کے بارے میں بھی اظہار نظر کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تاریخ کی یہ نامور شخصیات ایسے واقعات کی خالق ہیں جو زمانے کی گردش کے محور پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ ہستیاں نہ صرف یہ کہ خود روزمرہ کی مادی زندگی کے تنگ اور خطرناک خول سے آزاد ہو چکی ہیں بلکہ معاشرے کو بھی عزت و سربلندی سے ہمکنار کر دیتی ہیں۔

امام خمینیؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو دیکھ کر ان کی توصیف کا خواہشمند انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کس وصف سے شروع کرے اور اس شخصیت کے بارے میں جس کے اوصاف بظاہر متضاد نظر آتے ہیں کونسی مناسب تعبیر استعمال کرے! وہ ایک فقیہ ہیں آسمان اجتہاد کی بلندیوں پر پرواز کرنے کے ساتھ فلسفے کے استاد توانا، عملی سیر و سلوک کے اسرار و رموز سے آشنا اور دنیا سے بیزار زاہد ہونے کے ساتھ ایک روشن خیال آزاد اندیش انسان ہیں۔ ایک عبادت گزار عالم اور صاحب راز عابد ہونے کے ساتھ ظلم کے مقابلے میں نہ تھکنے والے مجاہد اور مسلمانوں کو حکومت واقتدار حاصل کرنے کی دعوت دینے والا نیز دین و سیاست کے درمیان مضبوط اتحاد کے منادی ہیں۔ امام خمینیؒ کی جامع الصفات شخصیت پر روشنی ڈالنے کے لئے ہم ابتدائے سخن ان کی مرجعیت سے کریں، کیونکہ ان کا وجود اسلام کی حقیقی مرجعیت کا مظہر ہے۔

حقیقی مرجع دینی وہ ہے جو ادراک و آگاہی اور دین شناسی کے ساتھ دور آشنا اور فرض شناس بھی ہو جیسا کہ ہم امام خمینیؒ کے اندر یہ صفات پاتے ہیں۔ یہ بات دعوے کے ساتھ کی جا سکتی ہے کہ امام خمینیؒ کے حیرت انگیز انقلاب کی کامیابی کے رازوں میں سے ایک ان کی یہی خصوصیت تھی اسی خصوصیت کی بنا پر وہ انقلاب برپا کرنے اور اس کو ایک ایسے ملک میں صحیح سمت پر چلانے میں کامیاب ہوئے جہاں اس سے قبل قوم وملت اور آزادی و استقلال کے نام پر چلنے والی اکثر تحریکیں اور بیشتر انقلابات نہ صرف یہ کہ ناکام رہے تھے بلکہ برے انجام سے بھی دوچار ہوئے تھے۔ حقیقی مرجع وہ ہے جو توحید کا منادی ہو پیغمبرؐ کے اہم ترین مشن کو جاری رکھنے والا اور لوگوں کو معاد سے آگاہ کرنے والا ہو، اور اس کے ساتھ امام معصومؑ کی غیبت کے دوران صاحب یقین، اسلام شناس، درد آشنا، پرہیزگار، زمانہ شناس اور مجاہد علماء و فقہاء کو ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہئے۔ امام خمینیؒ نہ صرف یہ کہ دینی، فلسفی، تاریخی، اور اجتماعی ذمہ داریوں کے حامل ایک مرجع ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے حقیقی اسلامی مرجعیت کو نشاۃ ثانیہ عطا کرنے کے ساتھ عصر حاضر میں اسلام کو حیات تازہ سے ہمکنار کیا۔

حضرت امام نے بیس (۲۰) جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ یعنی روز ولادت حضرت فاطمہ زہراؑ کو اس دنیا میں آنکھ کھولی، انیس (۱۹) سال کی عمر تک اپنی زادگاہ میں ابتدائی دروس اور مقدمات عربی کی

تحصیل میں مشغول رہے۔ امام کی زادگاہ علمی حوالے سے اتنی قوی اور مستحکم نہیں تھی کہ آپ کے علمی ذوق کو حتیٰ درمیانی درجے تک تسکین بخشے۔ مرحوم آیۃ اللہ حائری (۱۲۷۴۔۱۳۵۵) کے عراق کی تاسیس کی خبریں ہر جگہ پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت امام نے اپنی زادگاہ خمین کو عراق میں تحصیل کے عزم سے الوداع کہا اور اراک شہر کے نوعمر حوزہ میں وارد ہو گئے۔ امام فقہ کے میدان میں آیۃ اللہ حائری سے ۱۳۵۵ھ تک مستفیض رہے، اس کے علاوہ آپ مرحوم آیۃ اللہ رفیعی قزوینی، مرحوم شاہ آبادی، حاج شیخ محمد رضا اصفہانی اور آیۃ اللہ بروجردی سے کسب فیض کرنے کے بعد مختلف علوم مثلاً فقہ، اصول، فلسفہ، عرفان وغیرہ میں متخصص و ماہر ہو گئے۔ حضرت امامؒ اپنے استاد کی نسبت بہت زیادہ خضوع و تواضع سے کام لیتے تھے۔ ہرگز استاد کی نسبت چھوٹی سے چھوٹی اور کمترین بے ادبی و بے حرمتی کو روا نہیں رکھتے تھے۔ مرحوم آیۃ اللہ شاہ آبادی فرماتے تھے کہ "آقا روح اللہ خمینی نہایت ہی تابعدار شاگرد ہیں کہ اگر پانچ منٹ درس دوں تو قلت درس پر اعتراض نہیں کرتے اور اگر دو گھنٹے تدریس کروں تو اس کے طوالت پر ملامت کا اظہار نہیں کرتے۔"

عملی کام: قائد انقلاب اور اسلامی جمہوریہ کے عظیم بانی حضرت امام خمینی کافی حد تک خداداد روحانی، سیاسی فکری اور اخلاقی صلاحیتوں سے بہرہ مند تھے اسی لئے آپ نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے کاندھوں پر محسوس کی جانے والی دینی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے عوام کے تمام طبقات کو میدان میں لایا جن کو یکجا کرنے کے لئے فضا بھی سازگار تھی، اس طرح آپ نہ صرف اس خاموشی کو توڑنے میں کامیاب ہوئے بلکہ اسے مختلف عوامی طبقات کی پکار میں تبدیل کر کے اس دعوت کو عملی جامہ پہنایا۔ امام خمینیؒ نے نظریہ ولایت فقیہ کو پیش کرنے کے بعد اسے عملاً نافذ کیا، اس طرح انھوں نے دنیا کی تمام اقوام کے سامنے ثابت کیا کہ دین زندگی لے لئے ضابطہ و قانون بن سکتا ہے اور دین کی پیروی کرنے کی صورت میں دوسرے سیاسی مکاتب فکر اور مروّجہ نظریات کی ضرورت نہیں پڑتی اور احیائے دین کی کوئی معینہ حد بھی نہیں ہے اور دین انسان کی تمام جسمانی اور روحانی ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر ۱۶

ایک ذاکر مجھے بڑے فخر سے بتا رہا تھا کہ بانی مجلس نے مجھے ایک مجلس عزا پڑھنے کی فیس پندرہ ہزار روپے دی تھی۔

حفیظ دانش مند:
یار یہ بانی لوگ اتنے دریادل کیسے ہو جاتے ہیں جبکہ کسی کو کچھ دینا تو بڑا مشکل ہوتا ہے۔

عقیل: مجلس عزا کا تعلق زیادہ تر جذبات سے ہوتا ہے۔ جب ذاکر قصیدہ سناتا ہے تو لوگ شدت جذبات سے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام سے عقیدت شیعیت کی پہچان اور شناخت ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے فضائل سن کر شیعہ حضرات کو وجد آ جاتا ہے۔ کربلا کے غم ناک حسینی دوہڑوں اور نوحوں کو سن کر تو جذباتی جوان بھری مجلس میں اپنے آپ کو چاقو مار لیتے ہیں۔ بانی بھی بنیادی طور پر ایک عقیدت مند شیعہ ہوتا ہے۔ اُس کے پاس فراوان دولت ہوتی ہے لہٰذا وہ جی کھول کر پیسے نچھاور کرتا ہے۔ جس آدمی نے پندرہ ہزار فیس دی تھی اُس کی روزانہ کی آمدن لاکھوں روپے میں تھی اُس کو اتنی فیس دیتے ہوئے کوئی پرابلم نہیں تھی (باقی آئندہ)

باب المتفرقات

# دانشوروں کی پریشانی

حفیظ دانشمند:

یار عقیل بات سنو۔ میں نے روشن خیال کے نام سے ایک این۔جی۔او بنا رکھی ہے۔ لیکن میں تو مجلس امام حسینؑ کے نام سے جو تقریب منعقد ہوتی ہے۔ اس کو اپنے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھتا ہوں۔

عقیل:

بھائی! میں نے بھی اپنے علاقے میں پروگریس کے نام سے ایک ایسی ہی انجمن بنا رکھی ہے۔ لیکن میں نے تو اس تقریب کو کبھی اپنے راستے میں رکاوٹ نہیں سمجھا۔ دیکھو اس میں بڑے روشن خیال ذاکرین حضرات تشریف لاتے ہیں۔ وہ زیادہ تر حضرت علیؑ کی شان میں قصائد پڑھتے ہیں جن میں اکثر قصائد رائج الوقت فلموں کے گیتوں کی طرز پر ہوتے ہیں۔ بہت سے بیباک قسم کے ذاکرین تو باقاعدہ مجمع کے سامنے بتا دیتے ہیں کہ ان کا یہ قصیدہ فلاں فلم کے مطلع کی طرز پر ہے۔ سامعین کی اکثریت چونکہ یہ فلمی گیت پہلے سے سن چکی ہوتی ہے لہٰذا اس مطابقت اور سُر تال پر نعرہ حیدری کی شکل میں اتنی داد دیتی ہے کہ ذاکر کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

باقی ذاکرین حضرات بھی جب اُس کی مقبولیت اور پذیرائی کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی اپنے قصائد کو اسی رنگ میں تخلیق کرتے اور مجمع سے داد وصول کرتے ہیں۔

حفیظ دانش مند: یار یہ بتاؤ کہ ان ذاکرین حضرات کو فلمی دھنوں اور گیتوں کا پتہ کہاں سے چلتا ہے۔

عقیل:

اکثر حضرات تو ان گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں کہ جن کا پیشہ ہی صدیوں سے گانا بجانا ہے۔ پہلے وہ صرف شادی بیاہ کی محفلوں میں لوگوں کا دل خوش کر کے روزی کمایا کرتے تھے۔ یا کسی طوائف کے کوٹھے کی زینت بڑھا کر پیسے کمایا کرتے تھے۔ اُن میں سے کچھ شاطر قسم کے لوگ اس میدان میں بھی بطور تجربہ داخل ہو گئے تو ان کی چاندی ہو گئی۔ اُن کی دیکھا دیکھی اچھی خاصی تعداد نے ادھر کا رخ کر لیا اور اپنا مقام بنا لیا اور اب تو تقریباً ان کی مناپلی اور اجارہ داری قائم ہو چکی ہے۔ ہر دولت مند شیعہ ایک سالانہ جلسہ مجلس امام حسینؑ کے نام سے ضرور کرواتا ہے۔ اب جو ذاکرین حضرات سُریلے اُن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ لہٰذا ہر بانی یہ چاہتا ہے کہ اُس کی سالانہ مجلس نامور ذاکرین سے خالی نہ ہو لہٰذا ایک ذاکر کو دن میں تین تین چار چار مجالس پڑھنا پڑ جاتی ہیں۔ اشتہار پر ان کے نام پڑھ کر لوگ کھنچے چلے آتے ہیں اور حاضرین کی تعداد کو دیکھ کر بانی مجلس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اب مجلس پڑھنے کی فیس ہزاروں میں لینے لگے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المتفرقات

# بانوان را اسوہ کامل بتولؑ

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی

عقلاءِ روزگار کا دستور ہے کہ وہ جب کسی شخصیت کی عظمت و جلالت کا اندازہ لگانا چاہیں تو وہ دو چیزوں کو مد نظر رکھتے ہیں۔

۱۔ اس شخصیت کا نسب کیا ہے؟

۲۔ اس شخصیت کا حسب کیا ہے؟

چنانچہ جب خاتون قیامت کو اس میزان پر تولا جائے اور اس معیار پر پرکھا جائے تو جناب بتولؑ عظمت و جلالت کی اس معراج کمال پر نظر آتیں ہیں کہ جہاں ان کا کوئی ہمسر و ہم پایہ نظر نہیں آتا۔ جنابِ خاتون قیامت کا نسب، تمام امت اسلامیہ کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ دنیا جہان کے تمام خاندانوں میں سے افضل و اعلیٰ خاندان بنی ہاشم ہے۔ اور یہ مخدومہ کائنات بی بی اسی خاندان کی چشم و چراغ ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

از یک نسبت عیسیٰ مریم عزیز<br>
از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز

یعنی جناب مریمؑ ایک نسبت سے صاحب عزت ہیں۔ کہ وہ جناب عیسیٰؑ کی ماں ہیں مگر جناب زہراؑ تین نسبتوں کی وجہ سے صاحب عزت و عظمت ہیں۔

۱۔ جناب بتولؑ کے والد ماجد؟ اس مخدومہ کے والد ماجد سید الاولین والآخرین اور وہ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں کہ جن جیسی عظیم الشان مخلوق ابتداء آفرینش کائنات سے لیکر اس وقت تک خالق اکبر نے خلق ہی نہیں کی اور نہ ہی آئندہ کرے گا۔

۲۔ جناب زہراؑ کے شوہر نامدار وہ حیدر کرار اور وہ امیر المومنین و امام المتقین ہیں۔ جو پیغمبر اسلامؐ کے بعد علم ہو یا عمل، زہد ہو یا تقویٰ، ایمان ہو یا ایقان اور فضل ہو یا کمال، شجاعت ہو یا شہامت ہو یا جود و سخا غرضیکہ وہ ہر صفت کمال میں ساری کائنات سے بلند و بالا اور افضل و اعلیٰ نظر آتے ہیں۔

۳۔ جناب مخدومہ کائنات کی اولاد قسام ازل خدائے لم یزل نے اپنے خاص لطف و کرم سے اس مخدومہ کو وہ جلیل القدر اور عظیم الشان اولاد سے نوازا ہے۔ کہ جن کی نظیر کائنات پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ بھلا جس ماں کے بیٹے حسن مجتبیٰ اور حسین سید الشہداءؑ ہوں اور جس کی بیٹیاں شریکۃ الحسین زینب عالیہ اور جناب ام کلثوم ہوں ایسی ماں پوری کائنات میں جناب بتولؑ کے سوا اور کون ہے؟

جناب ام الائمۃ کا حسب:

جنت رسولؐ شکل و شمائل میں انسیہ حورا نظر آتیں ہیں ایمان و ایقان کے اس بلند درجہ پر فائز نظر آتی ہیں جہاں تک طائر عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی اور عبادت و سعادت کی اس منزل رفیع پر فائز

ہیں جہاں تک پہنچنے سے عقل وخرد کے پرندہ کے پر جلتے ہیں۔

جناب خاتون قیامت کی امتیازی شان:

خالق حلیم وحکیم نے بنی نوع انسان کی رشد وہدایت کے لئے بہت سے ہادی ورہنما انبیاء ومرسلین اور اوصیاء وآئمہ طاہرین کے نام سے بھیجے مگر صنف نازک کے لیے گو نبی ورسولؑ کے نام سے نہ سہی لیکن دو نمونے اور دو اسوئے ضرور خلق فرمائے ایک جناب مریم اور دوسری جناب بتولؑ مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ جناب مریم کا نمونہ نامکمل ہے اور جناب بتولؑ کا مکمل۔ کیونکہ نسوانی زندگی کے اہم تین شعبے ہیں۔

۱۔ جب والد کے گھر میں ہو تو اس کے فرائض کی ادائیگی۔

۲۔ جب شادی کے بعد شوہر کے گھر جائے تو امور خانہ داری کی انجام دہی اور شوہر کی خدمت گزاری۔

۳۔ اور جب صاحب اولاد ہو تو اس کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری

جناب مریم کی زندگی میں نسوانی زندگی کے دو شعبے نظر آتے ہیں

۱۔ والدین کے گھر میں رہ کر ان کی تعظیم وتکریم کا طریقہ کار

۲۔ اور جب خدا اولاد دے تو اس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام۔ مگر ان کی زندگی میں شادی کے بعد شوہر کی خدمت گزاری اور امور خانہ داری کی انجام دہی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ ان کی شادی ہوئی جو نہیں اور خدائے قدیر نے ان کو شوہر کے بغیر نعمت اولاد سے نوازا۔ مگر جب جناب بتولؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے۔ تو آپ کی سیرت وکردار اور روش ورفتار میں پوری نسوانی زندگانی کا کامل نمونہ یا اسوۂ کامل نظر آتا ہے۔ اسی بناء پر شاعر مشرق جناب ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا۔

؎ بانواں را اسوۂ کامل بتولؑ

اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے۔

۱۔ مخدومہ کائنات بی بیؑ نے اپنے مثالی والدین شریفین کے گھر رہ کر کائنات کی عورتوں کو اپنے عمل وکردار سے سبق دیا کہ والدین کے احترام اور ان کی اطاعت گزاری کا طریقہ کیا ہے؟ بی بیؑ نے اس دوران وہ مثالی کردار ادا کیا کہ کبھی والدین کو کسی بات پر روکنے ٹوکنے کا موقعہ نہیں دیا بلکہ ہمیشہ ان کی مرضی ومنشاء کو دیکھ کر کام و اقدام کیا۔ اور شادی کے بعد جب حیدر کرارؑ جیسے عصمت شعار شوہر نامدار کے گھر کی زینت بنیں تو حقوق زوجیت اور امور خانہ داری اس مثالی طور پر انجام دیے کہ پوری ازدواجی زندگی میں کبھی جناب امیرؑ کو کسی کلام وکام پر نکیر کرنے یعنی روکنے ٹوکنے کا موقع نہیں دیا۔ اور جب خالق اکبر نے اولاد کی دولت سے نوازا تو اس انداز سے ان کی تربیت کی کہ بیٹے الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ بن کر ابھرے اور بیٹیاں ام المصائب اور شریکۃ الحسین بن کر منصۂ شہود پر آئیں۔

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

انہیں حقائق کی بناء پر شاعر مشرق نے عصر جدید کی عورتوں کو پیغام دیا تھا کہ

؎ بتول باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ شبیر با آغوشے بیاری

اے عصر حاضر کی خاتون خود غرض اور شہوت راں جوانوں نے تجھے زینت بازار، زینت دربار اور زینت اشتہار بنا رکھا ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچان۔ تو ان چیزوں کی زینت نہیں ہے۔ بلکہ شادی سے پہلے اپنے والدین کے گھر کی زینت ہے شادی کے بعد اپنے شوہر کے گھر کی زینت ہے۔ اور اولاد کے بعد ان کے لئے

باعث زیب وزینت ہے۔ لہٰذا اگر تو چاہتی ہے۔ کہ تیری گود میں پلنے والے بیٹے غلام شبر وشبیر بنیں۔ اور تیرا دودھ پی کر پروان چڑھنے والی بیٹیاں کنیز زینب وکلثوم بن کر ابھریں۔ تو پہلے تو اپنے آپ کو بتول کی کنیز بنا۔ اور اس دور کے جوانوں اور حوس رانوں سے پوشیدہ ہو جا۔ اور یہی حجاب ہی عورت کی زینت ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ کے اس سوال پر کہ عورت کی زینت کیا ہے؟ خود ہی مخدومہ کائنات نے فرمایا تھا۔ عورت کی زینت حجاب و پردہ ہے۔ انہیں خصوصیات کی وجہ سے جناب بتول جنت میں جانے والی تمام خواتین کی سیدہ وسردار بھی ہیں۔ جبکہ پیغمبر اسلام کا مسلمہ ارشاد ہے۔ کہ ابنتی فاطمۃ سیدۃ النساء اہل الجنۃ اور اسی وجہ کی بنا پر سیدۃ النساء العالمین پوری کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ جناب پیغمبر اسلامؐ نے جب یہ ارشاد فرمایا تھا۔ تو بعض صحابہ نے عرض کیا تھا۔ پھر جناب مریمؑ کی سرداری کہاں جائے گی؟ تو آپؐ نے جواب میں فرمایا تھا۔ کہ: ھی سیدۃ النساء عالمھا کہ وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں لیکن میری دختر نیک اختر سیدۃ النساء العالمین من الاولین و الآخرین و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ انہی حقائق کی بناء پر عصمت کبریٰ کے تاجدار مصطفیٰؐ نے فرمایا تھا: کہ لو لا ان خلق اللہ علی ابن ابی طالب لما کان لا بنتی فاطمۃ کفو آدم و من دونہ کہ اگر قادرِ مطلق اپنی قدرت کاملہ سے جناب امیرؑ کو پیدا نہ کرتا تو کائنات میں میری بیٹی کا کوئی کفو نہ تھا۔۔۔ الغرض اس طاہرہ مطاہرہ رضیہ مرضیہ بی بی کی تمام زندگی پوری کائنات کی مستورات کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے۔ مسرت وشادمانی ہو یا غم اور ماتم۔ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی تونگری ہو یا فقر وفاقہ

بی بی نے بتایا کہ ہر حال میں ایک مسلمان عورت کا مثالی کردار کس طرح ہونا چاہئے؟ اور اس کے شب و روز کیسے ہونا چاہیں؟ دعا ہے کہ خداوندِ عالم تمام اہل ایمان کو بالعموم اور خواتین اسلام کو بالخصوص جناب بتول کے نقش قدم پر چل کر دنیا وآخرت کو سنوارنے اور سدھارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین یارب العالمین بحق النبی وآلہ الطاہرین)

## جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

## وفاق المدارس الشیعہ پاکستان کے نام پر جعلسازی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ جانتے ہیں کہ حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور مکتب تشیع کی مرکزی دینی درس گاہ ہے اور وفاق المدارس الشیعہ پاکستان کا مرکزی دفتر بھی اسی مادر علمی میں واقع ہے۔ یقیناً قوم کو اس مرکز سے بے بہا امیدیں وابستہ ہیں اور جہاں پر قوم کو اس پر فخر ہے وہیں ایک دین فروش گروہ جس کے عقل و دل پر غفلت، خواہشات نفس، غرور، لالچ، خود پسندی، دولت، جہالت، ظلم اور شہرت کی غلط فہمیوں کا پردہ پڑا ہوا ہے جس نے اس گروہ کی آنکھوں سے حیا کو اوجھل کر دیا ہے عمر ابن سعد کی طرح دین پر دنیا کو ترجیح دیتے ہوئے چند لوگوں کے محبوب نظر بننے کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول اور آئمہ معصومین کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہوئے وفاق المدارس الشیعہ پاکستان کے عہدیداران علماء کرام کی کسی دستاویز سے دستخط چرا کر ایک خود ساختہ تحریر صوبہ سرحد میں نظام عدل کی حمایت کے حوالے سے بنا کر وفاق المدارس الشیعہ پاکستان کی طرف منسوب کی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اس تحریر کو انٹرنیٹ پر ای میل کے ذریعے پھیلا دیا گیا ہے اور جامعۃ المنتظر، وفاق المدارس کو بدنام کرنے کی گہری سازش کی گئی اور ظلم بالائے ظلم یہ کہ چند اہل منبر جو خود کو قوم کا مربی بھی کہتے ہیں یہ عالم نما جاہل منبر پر وہ پمفلٹ مومنین کو دکھا کر علماء کے خلاف عوام کو بھڑکا رہے ہیں۔ حالانکہ جامعۃ المنتظر کی طرف سے اخبارات میں موجودہ طریقہ کار سے نظام عدل کو رائج کرنے کی مخالفت کی گئی (جو روزنامہ دن 4 مئی 2009ء اور 14 مئی کو پریس کلب میں پریس کانفرنس جو روزنامہ دن، جنگ، آواز، جناح اور اسلام آباد ٹائمز کی اخبارات میں شاہ سرخیوں میں شائع ہوئی ہے)۔

مومنین کرام! آپ باخبر رہیں چند اہل ہوس زر نے ہمیشہ کی طرح قوم میں انتشار کی کوشش کی ہے۔

شیعیان حیدر کرار! ہم نے اپنے ذاتی ذرائع اور ایف آئی اے کے ذریعے اس گروہ کو بے نقاب کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی ہے بہت جلد بدبخت اور بدنصیب چہرے انشاء اللہ آپ کے سامنے ہوں گے آپ احباب سے التماس ہے ان شرپسند عناصر کی باتوں پر دھیان نہ دیں اور ان کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی قائم رکھیں۔ طالبان کی پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے علمائے کرام نے ملت کو ایک پلیٹ فارم پر پھر متحد کرنے کی کوششیں شروع کی ہیں جو اس گروہ کے لئے یقیناً بارگراں ہے۔ لہٰذا اس گروہ کے بڑوں نے پھر ان کو ''موالیان علی حیدر کرار'' کی صفوں میں انتشار کے لئے سرگرم کر دیا ہے۔

بحران زدہ ملت میں وحدت کی کوششوں کو عملی شکل دینے کے لئے آپ کو بھی ہمارا بھرپور ساتھ دینا ہوگا اس مفسد گروہ کے ارادوں کو چکنا چور کرنا ہوگا۔ آئیے ہم مل کر عہد کریں کہ قومی وحدت کے لئے ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور دشمنان دین کو بے نقاب کریں گے۔ مرکز اللہ کی ذات کو بناتے ہوئے تعلیمات محمد و آل محمد کے لئے کوشاں رہیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

محمد افضل حیدری جنرل سیکریٹری

باب المتفرقات

# تبلیغ کے انداز

محمد موحدی نژاد

۱۔ سادہ اور رواں لیکن مضبوط اور مستدل:

لوگوں کی سمجھ میں آنے والا رواں انداز بیان' ہدایت و رہنمائی کا ایک کامیاب طریقہ اور وہ بات ہے جسے تبلیغ کے دوران لازماً ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

تبلیغ کے دوران لوگوں کی صحیح تربیت و رہنمائی کے لیے ہر آسان ترین، رواں ترین، البتہ ساتھ ہی گہرے اور مستحکم انداز سے استفادہ کرنا چاہئے، جیسے کہ لوگوں کی ہدایت و رہنمائی اور انہیں دین کی تبلیغ کے لئے خداوند عالم سے حضرت موسیٰ کی ایک دعا یہی تھی:

''واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی''

''بارالٰہا! میری زبان کی گرہ کھول دے' تا کہ لوگ میری بات (اچھی طرح) سمجھ سکیں۔''

(سورۃ طہ ۲۰۔ آیت ۲۷، ۲۸)

متعدد آیات سے پتا چلتا ہے کہ سادہ گوئی اور رواں بیان مبلغ کا ایک کمال شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا آسان گوئی قرآنِ کریم کا ایک اندازِ تربیت ہے۔ درحقیقت رواں بیان خدا کے الطاف اور نعمات میں سے ہے' خداوند عالم پیغمبر اسلام کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

''فانما یسرنہ بلسانک لتبشر بہ المتقین و تنذر بہ قوماً لدا''

''پس ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں سے اس لیے آسان کردیا تا کہ اس کے ذریعے پرہیزگاروں کو بشارت دے سکیں اور جھگڑالو لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں'' (سورۂ مریم ۱۹۔ آیت ۹۷)

البتہ آسان گوئی اور بیان کی کمزوری کے درمیان فرق ہے' جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن میں فرمایا ہے:

''یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و قولوا قولاً سدیدا''

''اے اہل ایمان تقوائے الٰہی اختیار کرو اور محکم (مستدل) بات کرو۔''

(سورہ احزاب ۳۳۔ آیت ۷۰)

''سدید'' ''سد'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں محکم و استوار، ناقابل خلل، حق اور حقیقت کے مطابق۔ یعنی ایک ایسا کلام جو ایک سدِ محکم کی مانند باطل اور فساد کی موجوں کو روکتا ہے۔ پس کلام محکم و مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ رواں اور آسان بھی ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

''و لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر''

''ہم نے قرآن کو نصیحت (لوگوں کو تبلیغ اور ان کی ہدایت و

رہنمائی) کے لیے آسان بنایا ہے۔ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔'' (سورہ قمر ۵۴۔ آیت ۱۷)

جی ہاں، قرآن میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہے' اس میں اثر انداز ہونے کی تمام صلاحیتیں جمع ہیں۔ اس کے الفاظ شیریں اور پر کشش ہیں' اسکی تعبیرات زندہ اور پر معنی ہیں' اس کی بشارتیں اور انتباہات واضح اور صریح ہیں' اس میں بیان ہونے والی داستانیں حقیقی اور پر مغز ہیں' اس کے دلائل قوی اور محکم ہیں' اس کی منطق بلیغ اور متین ہے اور اسی وجہ سے ہر زمانے میں جب کبھی بھی نرم اور لطیف قلوب کو اس کا قرب میسر ہوتا ہے، وہ اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔

کامیاب مبلغ اور عالم دین وہ ہے جو گفتگو کے اس انداز کو اپنے لیے نمونہ (ماڈل) قرار دے۔

۲۔ تشبیہ اور تمثیل سے استفادہ:

دوسروں کو کوئی بات سمجھانے کے بہترین طریقوں میں سے ایک طریقہ، محسوس اور مناسب مثالوں اور تشبیہوں سے استفادہ ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

''و تلک الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون''

''ہم یہ مثالیں انسانوں کے لیے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ شاید وہ کچھ غور و فکر کریں'' (سورہ حشر ۵۹۔ آیت ۲۱)

یا فرماتا ہے:

''لعلهم يتذكرون''

''شاید کہ اسی طرح ہوش میں آ جائیں'' (سورہ ابراہیم ۱۴۔ آیت ۲۵)

چند مثالیں اور تشبیہیں:

خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''مثل الذين ينفقون اموالهم فی سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فی كل سنبلة مائة حبة''

''جو لوگ راہ خدا میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں، اُن کے اس عمل کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور پھر ہر بالی میں سو دانے ہوں۔'' (سورہ بقرہ ۲۔ آیت ۲۶۱)

''فمثله كمثل صفوانٍ عليه تراب فاصابهٗ و ابل فتركهٗ صلدًا''

''اس کی مثال اس صاف چٹان کی سی ہے جس پر گرد جم گئی ہو جو تیز بارش کے آتے ہی بالکل صاف ہو جاتی ہے۔'' (سورہ بقرہ ۲۔ آیت ۲۶۴)



''ما اصابک من حسنةٍ فمن الله و ما اصابک من سيئةٍ فمن نفسک''

''تم تک جو بھی اچھائی اور کامیابی پہنچی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی پہنچی ہے وہ خود تمہاری طرف سے ہے۔'' (سورہ نساء ۴۔ آیت ۷۹)

ایک عالم کے مطابق زمین کی طرح کہ جو سورج کے گرد گردش کرتی ہے اور جب اس کا کوئی حصہ سورج کے سامنے ہوتا ہے تو اس پر روشنی ہوتی ہے اور اگر اس کی دوسری طرف تاریکی ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس نے سورج کی طرف پشت کی ہوئی ہوتی ہے، وگرنہ سورج تو ہمیشہ روشنی دیتا رہتا ہے۔

لہٰذا زمین کی طرف سے صرف اور صرف نور، نعمت اور خوبی و بھلائی ہے اور جو کچھ برائی اور شر ہے وہ انسان کی اپنی طرف سے

ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ ہم کیوں تقلید کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ:

ساری دنیا کے انسانوں کا معمول یہ ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے ماہر سے رجوع کرتے ہیں ہم بھی دینی مسائل اور احکام میں ان کے ماہر سے رجوع کرتے ہیں، جو مرجع ہوتا ہے۔ پس تقلید یعنی ماہر سے رجوع کرنا اور یہ عمل ساری دنیا میں پسندیدہ اور اچھا سمجھا جاتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ انسان کو ایک مختصر مدت میں انجام دیے گئے گناہ کی سزا کے طور پر ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں دھکیل دیا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک انسان چشم زدن میں اپنی آنکھیں پھوڑ کر ساری عمر کے لیے اندھا ہو جاتا ہے۔

ایسا شخص جو اپنے انحرافی نقطۂ نظر کی بناء پر بلاؤں اور تلخ و ناگوار حوادث دیکھ کر خدا کو غیر عادل سمجھتا ہے، وہ اس شخص کی مانند ہے جو الٹا گلاس رکھا دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اس کا منہ ہی نہیں اور اس کے تلے میں سوراخ ہے۔ اگر وہ شخص گلاس کو صحیح طریقے سے رکھے اور اپنے نقطۂ نظر کو وسیع اور صحیح کرے، تو اس کے اعتراضات بھی خود بخود دور ہو جائیں گے۔ دنیا خوابگاہ اور عشرت کدہ نہیں ہے، دنیا تربیت اور امتحان کا میدان ہے۔ انسان کا تکامل بغیر سختیوں اور بلاؤں کے ممکن نہیں۔

موت و حیات سونے اور جاگنے کی طرح ہے۔

فطری خواہشات ایندھن کی طرح ہیں کہ اگر ان سے صحیح مقصد کے لیے استفادہ کیا جائے، تو حرارت اور نور حاصل کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ قابو سے باہر ہو جائے، تو اپنے اردگرد اشیا کو جلا کر راکھ کر دے۔

### ۳۔ قصہ گوئی:

وہ طریقے جنہیں قرآن نے اہمیت دی ہے، ان میں داستان اور قصہ گوئی بھی شامل ہیں اور خداوند عالم اپنا تعارف قصہ گو کے طور پر کراتا ہے۔

"نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینآ الیک ھذا القرآن"

"ہم آپ کے سامنے ایک بہترین قصہ بیان کر رہے ہیں جس کی وحی اس قرآن کے ذریعے آپ کی طرف کی گئی ہے۔"

(سورۂ یوسف ۱۲۔ آیت ۳)

پیارے پیغمبر سے فرماتا ہے:

"فاقصص القصص لعلھم یتفکرون"

"آپ ان قصوں کو بیان کریں کہ شاید یہ غور و فکر کرنے لگیں۔" (سورۂ اعراف ۷۔ آیت ۱۷۶)

انبیاء نے اپنی دعوت کے دوران سچے اور با مقصد قصوں سے استفادہ کیا۔

"لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب"

"یقیناً ان کے واقعات میں صاحبانِ عقل کے لیے سامانِ عبرت ہے۔" (سورۂ یوسف ۱۲۔ آیت ۱۱۱)

البتہ داستان اور قصے کو حقیقی اور رشد و کمال کا باعث اور انسان کے لیے عبرت آموز ہونا چاہیے۔ نہ کہ بے حس اور اپنے آپ میں مگن کر دینے والا ہو۔

حقائق اور تاریخی عبرتوں سے استفادہ قرآن کریم کی ترجیحی

روش کا حصہ ہے اوراس نے گرانقدر، حقیقی، پرکشش اور بہت سے رنگارنگ قصے بیان کیے ہیں۔ البتہ داستانوں اور قصوں کے انتخاب کی شرط یہ ہے کہ انہیں نصیحت آموز ہونا چاہیئے:

''نحن نقص علیک نباھم بالحق''

''ہم آپ کے لیے بالکل سچے سچے واقعات بیان کررہے ہیں'' (سورۂ کہف ۱۸۔ آیت ۱۳)

قرآنی قصے حق وحقیقت پر مبنی ہیں، جعلی اور اوہام وتحریفات آمیز نہیں۔ قرآنی داستانوں میں تاریخی حقائق کو بیان کیا گیا ہے اور وہ عبرت آموز ہیں۔ اس قسم کی داستانیں اور گفتگو گہرا اثر مرتب کرتی ہیں۔

دوسری داستانوں پر قرآنی داستانوں کا امتیاز:

۱۔ ان میں قصہ گو خداوند عالم ہے ''نحن نقص'' (سورہ یوسف ۱۲۔ آیت ۳)

۲۔ قرآن کی داستانیں با مقصد ہیں: نقص علیک من انباء الرسل ما تثبت بہ فؤادک ''ہم قدیم رسولوں کے واقعات آپ سے بیان کررہے ہیں کہ ان کے ذریعے آپ کے دل مضبوط رہیں۔'' (سورہ ہود ۱۱۔ آیت ۱۲۰)

۳۔ یہ داستانیں حق وحقیقت پر مبنی ہیں، ان کی بنیاد وہم وخیال نہیں: ''نحن نقص علیک نباھم بالحق'' آپ کے لیے ان کے بالکل سچے سچے واقعات بیان کررہے ہیں۔ (سورہ کہف ۱۸۔ آیت ۱۳)

۴۔ یہ داستانیں غوروفکر پر آمادہ کرتی ہیں، لوگوں کو مدہوش کردینے کا ذریعہ نہیں ہوتیں: ''فاقصص القصص لعلھم یتفکرون'' آپ ان قصوں کو بیان کریں کہ شاید یہ غوروفکر کرنے لگیں۔ (سورہ اعراف ۷ آیت ۱۷۶)

۵۔ یہ داستانیں عبرت کا ذریعہ ہیں، تفریح اور فضول وقت کے زیاں کا نہیں ''کان فی قصصھم عبرۃ'' یقیناً واقعات میں سامانِ عبرت ہے۔ (سورہ یوسف ۱۲۔ آیت ۱۱۱)

۶۔ یہ داستانیں معتبر ہیں: ''بما اوحینا'' (سورۂ یوسف ۱۲۔ آیت ۳)

لہٰذا مبلغ کو چاہیئے کہ لوگوں کی ہدایت ورہنمائی اور انہیں دین کی تبلیغ کے لیے اس طریقے سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرے اور قصہ گوئی کو کسرِ شان اور معمولی نہ سمجھے۔

۴۔ بشارت وانذار:

بشارت وانذار، تربیت ورہنمائی کے سلسلے میں دو اہم ترین عامل ہیں، جنہیں توازن کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے، وگرنہ انسان اپنے گھمنڈ کا شکار ہوجانے یا اس میں مایوسی پیدا ہوجانے کا موجب ہوجاتے ہیں۔

خداوند عالم نبی کریمؐ سے فرماتا ہے:

''انا ارسلنک بالحق بشیراً و نذیراً''

''ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۱۹)

خداوند انذار اور انتباہ باز رکھنے والا عامل ہے اور بشارت اور رغبت دلانا، اطمینان اور تحریک دینے کا موجب ہے۔

خداوند عالم زکوۃ دینے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ سے فرماتا ہے:

''خذ من اموالھم صدقۃ طھیر ھم و تزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم

''آپ ان کے اموال میں سے زکوۃ لے لیجے، تا کہ اس کے ذریعے یہ (دنیا پرستی سے) پاک و پاکیزہ ہو جائیں اور (شوق ورغبت دلانے کی خاطر) انہیں دعائیں دیجئے کہ آپ کی دعا ان کے لیے تسکین قلب کا باعث ہوگی'' (سورہ توبہ ۹۔ آیت ۱۰۳)

اس طرح نیکوکار لوگوں کی حوصلہ افزائی کے ذریعے ان کا احترام کیا گیا ہے اور فریضے کی سنگینی کو سبک کیا گیا ہے، نیز حوصلہ افزائی اور تشویق مبلغ کے لوگوں کے ساتھ قلبی اور معنوی روابط کی حفاظت کرتی ہے۔ کیونکہ یہ رابطہ ہدایت و رہنمائی کے لیے بہترین سرمایہ ہے۔

حوصلہ افزائی کے لیے ہمیشہ مادی ذرائع سے استفادہ نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ بسا اوقات معنوی اور روحانی حوصلہ افزائی زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

آیات وروایات میں ترغیب دلانے کی مثالیں:

خداوند عالم ایک مقام پر نیکوکار لوگوں کی جزا اور پاداش کے بارے میں کہتا ہے:

ضعف (میں انہیں دوگنی جزا دوں گا)

ایک اور مقام پر کہتا ہے:

اضعاف (کئی گنا)

ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

فلہ عشر امثالھا (دس گنا جزا)

ایک اور آیت میں فرماتا ہے:

فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ۔ (ہر بالی میں سو دانے)

اور آخرکار ایک اور آیت میں فرماتا ہے:

بغیر حساب (بے حساب دوں گا)

یا پیغمبر اسلامؐ افریقہ میں اسلام کی بنیاد رکھنے والے اور بارہ سال صعوبتیں برداشت کرنے والے حضرت جعفر طیار کو نماز جعفر طیار کا تحفہ دیتے ہیں۔

اٹھارہ سال کے اسامہ کو لشکر کا سردار بناتے ہیں۔

میدان جنگ میں اپنے ایک صحابی سے پرچم لے کر قرآن سے زیادہ انس ورغبت رکھنے والے اپنے ایک دوسرے صحابی کے حوالے کرتے ہیں۔

اپنا مبارک عمامہ حضرت علیؑ کے سر پر رکھتے ہیں۔

لوگوں کی موجودگی میں مزدور کے ہاتھ کو چومتے ہیں۔

امام حسینؑ اپنے فرزند کے معلم کو ہزار درہم دیتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ، سترہ سالہ ہشام کو سن رسیدہ بوڑھوں پر ترجیح دیتے ہیں اور جب وہ آپ کی بزم میں داخل ہوتے ہیں، تو انہیں صدر مجلس میں بٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''ھذا ناصرنا بلقلبہ و لسانہ و یدہ'' ''یہ (ہشام) اپنے قلب، زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرتے ہیں''

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نیشاپور سے تعلق رکھنے والی ایک متقی بوڑھی عورت کو کفن اور چالیس درہم ارسال کرتے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام معروف شاعر دعبل کو اپنا پیراہن اور تیس ہزار درہم دیتے ہیں۔

استاد محسن قرائتی کہتے ہیں: شیراز کی نماز جمعہ میں چند مزدوروں کو لایا گیا اور کیونکہ مجھے خطاب کرنا تھا، اس لیے مجھ سے کہا گیا کہ میں ان کی حوصلہ افزائی کردوں۔ میں نے پیغمبر اسلام کی تاسی میں ان کے ہاتھوں کے بوسے لیے۔ لوگوں نے کہا: آپ کا یہ عمل ایک گھنٹے کی تقریر اور مادی حوصلہ افزائی سے زیادہ موثر تھا۔

شوق ورغبت دلانا اور حوصلہ افزائی نہ صرف لوگوں کی تربیت اور تکامل اور دوسروں کو ترغیب دلانے کا باعث ہوتی ہے، بلکہ برے انسانوں کے لیے اذیت کا موجب بھی بنتی ہے۔

شوق ورغبت دلانے کے ساتھ ساتھ انذار وانتباہ، خوف و رجا، یعنی امید وبیم کے درمیان توازن کا سبب بنتا ہے اور یہ انسانوں کی تربیت اور تکامل کا ایک موثر عامل ہے۔

انتباہات کی مثالیں:

ویل للمطففین (تباہی و بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔سورۂ مطففین ۸۳۔آیت ۱)

ویل یومئذٍ للمکذبین (تباہی و بربادی ہے آج کے دن ان جھٹلانے والوں کے لیے۔سورہ مطففین ۸۳۔آیت ۱۰)

ویل لکل ھمزۃٍ لمزۃ (تباہی و بربادی ہے ہر طعنہ زن اور چغل خور کے لیے۔سورہ ھمزہ ۱۰۴۔آیت ۱)

اعملو ما شئتم انه بما تعملون بصیر (تم جو چاہو عمل کرو، وہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔سورۂ فصلت ۴۱۔ آیت ۴۰)

۵۔مختصر ومفید:

تبلیغ اور تقریر کے موثر ترین طریقوں میں سے ایک ان کا مختصر اور مفید ہونا ہے۔مبلغ کو چاہیے کہ اپنی گفتگو کو طویل کر کے لوگوں کی تھکن اور اکتاہٹ کی موجب نہ بنے۔

انسان مختصر اور مفید جملوں کو زیادہ آسانی کے ساتھ قبول کر لیتا ہے' اور شاید اسی بنا پر رسول کریم اور آئمہ معصومین کے بہت سے فرامین مختصر کلمات کی صورت میں ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

''من محاطرائف حکمته بفضول کلامه فکانما اعان هواه علی هدم عقله''

''جو کوئی اپنے فضول کلمات کے ذریعے حکمت کی شیرینی اور زیبائی کو ختم کرتا ہے' اس نے گویا اپنی عقل کی بربادی کے لیے اقدام کیا۔'' (کافی۔ج ۱ص ۱۷)

تجربے نے ثابت کیا ہے کہ لوگ مختصر اور پر معنی کلام کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

بعض آیت قرآنی مین دسیوں سبق آموز نکات ہوتے ہیں۔ علامہ محمد حسین طباطبائی سورۂ بقرہ کی سویں آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دس لاکھ نکات پوشیدہ ہیں۔

وہ ایام اور زمانے جب لوگ تھکے ہوئے، یا خاص اسباب کی وجہ سے قلت میں ہوتے ہیں مبلغ اور مقرر ایسے مواقع پر قرآن کی مختصر اور چند منٹوں پر مشتمل تفسیر کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ: قرآن انسان کو کھانے پینے سے منع نہیں کرتا لیکن کھانا کھانے کے بعد کے لیے کچھ احکام بیان کرتا ہے:

الف: کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو: کلو واشربوا و لا تسرفوا۔ (سورہ اعراف ۷ آیت ۳۱)

ب: کھاؤ لیکن طغیان نہ کرو: کلو من طیبات ما رزقنکم و لا تطغوا (سورہ طٰہ ۲۰ آیت ۸۱)

ج: کھاؤ لیکن شیطان کے راستے پر نہ چلو: کلو مما رزقکم اللہ و لا تتبعوا خطوت الشیطان (سورہ انعام ۶۔آیت ۱۴۲)

د: کھاؤ اور فقرا کا حق ادا کرو: کلو من ثمرہ اذا اثمر و اتوا حقه یوم حصادہ (سورہ انعام ۶ آیت ۱۴۱)

ہ: کھاؤ لیکن حلال اور پاکیزہ چیز استعمال کرو: کلو مما رزقکم

الله حلالاً طیباً'' (سورہ مائدہ ۵ آیت ۸۸)

و: کھاؤ لیکن فساد نہ کرو: کلوا و اشربوا من رزق الله ولا تعثوا فی الارض مفسدین (سورہ بقرہ ۲۔ آیت ۶۰)

ز: کھاؤ اور تقویٰ بھی اختیار کرو: فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً و اتقوا الله۔ (سورہ انفال ۸۔ آیت ۶۹)

ح: کھاؤ اور اعمال صالحہ انجام دو: کلو من الطیبات و اعملوا صالحاً (سورہ مومنون ۲۳۔ آیت ۵۱)

ط: کھاؤ اور نعمات الٰہی پر شکر گزار ہو: کلو من رزق ربکم واشکروا له (سورہ طہ ۲۰۔ آیت ۵۴)

مبلغ قرآن اور اہل بیت کی سیرت و فرامین کی پیروی کرتے ہوئے اور مختصر پر معنی اور مفید کلمات کے ذریعے لوگوں کے لیے زیادہ پر کشش بھی بن سکتا ہے اور لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ بھی بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے۔

۶۔ مواقع اور مناسبتوں سے فائدہ اٹھانا:

بے شک بعض جگہوں پر، زمانوں میں اور خاص روحانی اور معنوی فضا میں لوگوں میں دینی مفاہیم سننے کی زیادہ آمادگی پائی جاتی ہے۔ مبلغ کو چاہیے کہ مناسب تدبیر اور سلیقے سے ان بہترین مواقع سے استفادہ کرے۔

امام حسین علیہ السلام کوفہ کی جانب جانے کے لیے مکہ تشریف لائے اور اس وقت تک وہاں ٹھہرے رہے جب تمام حاجی وہاں آ کر منیٰ میں جمع نہ ہو جائیں۔ اس موقع پر آپ سے مجمع کے سامنے دعا اور تقریر کے بعد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سواریوں پر سوار ہوئے اور دن کی روشنی میں کوفہ کی سمت روانہ ہوئے۔

مسجد، تبلیغ کے لیے مناسب مقام ہے اور طول تاریخ میں انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے سلسلے میں مسجد اور منبر نے ناقابل انکار کردار ادا کیا ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

''مجتنی الثمرة لغیر وقت اناعها کالزارع بغیر ارضه''

''پھلوں کو پکنے سے پہلے توڑنے والا شخص، اس شخص کی مانند ہے جس نے دوسرے کی زمین پر کاشت کی ہے۔''

(الحیات۔ ج ۱۔ ص ۳۱۵)

اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ ہر کلام کا ایک مقام اور ہر نکتے کی ایک جگہ ہوتی ہے۔

یا خداوند عالم نے پورا قرآن شب قدر میں اپنے نبیؐ پر نازل کیا:

''انا انزلناه فی لیلة القدر''

''بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا ہے۔''

(سورہ قدر ۹۷۔ آیت ۱)

لیکن بعثت کے تین سال بعد درج ذیل آیت کے ذریعے حکم دیا گیا کہ:

''فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین''

''پس آپ اس بات کا کھل کر اعلان کر دیں جس کا حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے کنارہ کش ہو جائیں۔''

(سورہ حجر ۱۵۔ آیت ۹۴)

لہٰذا پتا چلتا ہے کہ اس سے قبل دین خدا کو آشکارا کرنے اور مشرکین سے دوری، برائت اور بیزاری کے اظہار کے لیے حالات سازگار نہیں تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور جادوگروں کے

سامنے خدائی معجزہ دکھانے کے لیے روز ''زینت'' یعنی قبطیوں کی عید کے دن کا انتخاب کیا، جس دن کا اجتماع ہوتا تھا۔

''قال موعد کم یوم الزینة و ان یحشر الناس ضحی''

''موسیٰ نے کہا کہ تمہارے وعدے کا دن زینت کا دن ہے اوراس دن تمام لوگ چاشت کے وقت اکٹھے کیے جائیں گے۔''

(سورہ طہ ۲۰۔ آیت ۵۹)

امام حسین علیہ السلام نے روز عاشور نماز ظہر میدان کے عین بیچوں بیچ ادا کی، تاکہ رہتی دنیا تک کے لوگوں کو یہ سمجھا سکیں کہ ہم نے اقامہ دین اور نماز کے لیے قیام کیا ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی قیدیوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ اپنے خوابوں کی تعبیر جاننے کے لیے انہیں ان کی ضرورت ہے، تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ نے انہیں تبلیغ ہدایت اور نصیحت کی۔

''یصاحبی السجن ء ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار''

''میرے زندان کے ساتھیو! ذرا یہ تو بتاؤ کہ متفرق خدا بہتر ہوتے ہیں یا ایک خدائے واحد وقہار۔

(سورہ یوسف ۱۲۔ آیت ۳۹)

جس زمانے میں علم طب میں نمایاں ترقی ہو رہی تھی اور بہت سی بیماریوں کے علاج کے سلسلے میں اسکی اہمیت بڑھ چکی تھی اس دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا، نابیناؤں کو بینائی عطا کرنا اور لاعلاج بیماروں کو شفا دینا تھا۔

جس زمانے میں لوگوں کے درمیان خواب کی تعبیر بتانے کو رواج حاصل تھا، اس دور میں حضرت یوسف خواب کی بہترین اور سچی ترین تعبیر بتانے والے تھے۔

جس وقت نماز جنازہ پڑھی جاری ہو، اگر اس وقت جنت و جہنم کے تذکرے پر مبنی اور دنیا سے بے اعتنائی کی تعلیم دینے والی آیات پڑھی جائیں۔

اگر عصری تعلیم حاصل کرنیوالے طالب علموں کے سامنے جہاد، اسلام کے دفاع اور صبر وایثار کی تلقین کرنے والی آیات پڑھی جائیں۔

اگر قانون کے طالب علموں کے سامنے اسلامی حقوق و قوانین کے بارے میں آیات کی تفسیر کی جاے۔

اگر نوجوان جوڑوں کے عقد کے موقع پر آیات وروایات کی روشنی میں میاں بیوی کے باہمی تعلقات کے ذکر پر مبنی تعلیمات کا تذکرہ کیا جائے۔

اگر اسکول میں نتائج کے اعلان کے دن طالب علموں سے تعلیم کی اہمیت اور دنیا اور آخرت کے اعمال کے نتیجے کے بارے میں کچھ باتیں کی جائیں، تو یقیناً بہت جلد ہدایت ونصیحت کا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔



دقائق اسلام مئی 2009ء کے شمارہ
میں ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر
کمپوزر نے سہواً جنتری کا صفحہ
شائع کرایا جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں
(ادارہ)

باب المتفرقات

# زندگانی حضرت فاطمہؑ

از شہید محراب آیت اللہ دستغیب

**قرب خدا، اور ہوا پرستی یکجا نہیں ہو سکتی:**

اس حقیقت میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے کہ انبیاء کرام اور آئمہ اطہار علیہم السلام ذرہ بھر بھی خواہشات نفسانی نہیں رکھتے اگر اس کے علاوہ ہے تو پھر اُن کے پاس بارگاہ رب العزت میں قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔

کارخانہ قدرت میں اُس شخص کی قدر قیمت ہے جس کا دل مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور وہ اپنی تمام چیزوں کو اور خود اپنی ذات کو خدا کے مقابلہ میں فانی سمجھتا ہو بالفاظ دیگر اُس کے تمام اقوال و افعال خدا کی خاطر ہوں اور وہ کہتا ہو جیسا کہ قرآن کہتا ہے کہ:

قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العلمین

اے رسول کہہ دو کہ یقیناً میری نماز اور میری عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب جہانوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

**مومن کی ایمان دوستی کے مطابق ہے:**

تمام اہل ایمان کے لیے انہی کا قرب میزان کی حیثیت رکھتا ہے اور مطابق قرب ہی مومن کے ایمان کا رتبہ ہوگا یعنی جو شخص بھی خدا کے غیر سے جسقدر تعلق رکھتا ہوگا اسی حساب سے وہ خدا سے دور ہوگا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کو بھی اپنا مال و دولت، اپنی شہرت اور ریاست خدا سے زیادہ پیاری ہوگی اُسے جان لینا چاہیئے کہ اُس کے پاس قرب الٰہی کو حاصل کرنے اور اُس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے کوئی رستہ نہیں ہے جیسا کہ آیہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

سورۃ توبہ آیت ۹

اے رسول کہہ دو اگر تمہارے باپ دادا، اور تمہارے بیٹے پوتے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری ازواج، اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے جمع کر رکھے ہیں اور وہ تجارت جس کی کساد بازی سے تم ڈرتے ہو، اور وہ مکانات جو تمہیں پسند آ گئے ہیں یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول سے اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔

**ایک طرف ہونا چاہیئے:**

اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر ایسا شخص نہ صرف قرب خداوندی سے دور ہے بلکہ راندہ درگاہ بھی ہے یعنی جس شخص کو مال دولت خدا سے زیادہ عزیز ہیں اُس کی قیمت بھی وہی مال ہے اُس کے لیے بارگاہ الٰہی کی طرف جانے کو راستہ ہی نہیں ہے وہ وقت موت جس

مقدار میں دنیا کی محبت ساتھ لے جائے گا اسی حساب سے وہ محتاج ہوگا اور خدا ہی جانتا ہے وہ برزخ میں یا محشر میں کس قدر بے سہارا ہوگا۔

ہاں اگر کوئی ایک طرف نہیں ہوتا اور خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا اُس کے علاوہ مکمل کسی سے تعلق نہیں رکھتا تو پھر بارگاہ الٰہی میں اُس کا مقدر کیا ہوگا آپ نے قرآن مجید پڑھا ہوا اور اس حقیقت کو دیکھا جانا ہوا ہے کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیم کو اپنا قرب اور خلّت عطا کرنے کے لیے کیسے امتحان سے گزارا۔

ابراہیم کا ضعیفی میں جوان بیٹے کو قربان کرنا:

بوڑھا آدمی ہے عمر کا آخری حصہ ہے اُسے جوان بیٹا عنایت ہوا جو صورت وسیرت کے لحاظ بہت خوبصورت اور حسین ہے حکم ہوتا ہے بوڑھے باپ کو کہ اس جوان بیٹے کو ہماری خاطر قربان کرو۔ قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک۔ (الصفت) تو جناب ابراہیم نے اپنے بیٹے اسماعیل سے کہا یقیناً میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں یقیناً تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اس قربانی کا مقصد یہ تھا کہ کیا جناب ابراہیم اپنے بیٹے اسماعیل سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا خالق اسماعیل کو بیٹے سے زیادہ چاہتے ہیں اور کیا جناب ابراہیم کو اسماعیل سے اس لیے محبت تھی کہ میرا بیٹا ہے یا اس وجہ سے پیار تھا کہ خالق اکبر کا پسندیدہ مال ہے اور کیا وہ اسماعیل کی خوبصورتی کو دیکھتے تھے یا مالک جمال مطلق کو پسند کرتے تھے جس نے اسماعیل کو بھی حسن عطا کیا ہے اور پھر اسی امتحان نے وفدینہ بذبح عظیم کا تمغہ حاصل کیا۔ اور ہم نے اسے ایک بہت عظمت والی قربانی کے بدلے فدیہ دے دیا وترکنا علیہ فی الاٰخرین اور اس پر ہم نے اس قربانی کو پیچھے آنے والوں میں رکھ چھوڑا۔ اس کی تفصیل آپ جانتے ہیں یہاں زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

لوگ لڑکیوں کی بجائے لڑکوں کو زیادہ کیوں پسند کرتے ہیں۔

جواب میں کہتے ہیں کہ لڑکا بوڑھاپے کا سہارا ہوتا ہے۔ یہی تو لوگوں کے دلوں کی خرابی ہے کہ اُن کو خدا سے محبت نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ سے بیٹا بھی اپنی ذات کے لیے مانگتے ہیں خدا کی رضا کے لیے نہیں۔

یوسف سے یعقوبؑ کی محبت خدا کی خاطر تھی:

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ جناب یعقوبؑ کی اپنے بیٹے یوسف کے ساتھ محبت کو اپنی تحقیق لطیف میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شاید کوئی شخص یہ گمان کرتا ہو کہ جناب یعقوب کی یوسف سے محبت اس لیے تھی کہ وہ بہت خوبصورت تھا یا اُن کا بیٹا تھا۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں مجھے افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو مقام نبوت کے بارے میں بُرا گمان کرتے ہیں۔

(کار پاکان را قیاس از خود مگیر)

پاک لوگوں کے کاموں کو اپنے کاموں جیسا نہ سمجھا کرو۔

جناب یعقوبؑ کا گریہ یوسف کی جدائی میں اس لحاظ سے نہیں تھا کہ آپ اُس کے باپ تھے یا وہ آپ کا بیٹا تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ جناب یعقوبؑ کو علم تھا کہ خداوند عالم نے میرے بارہ بیٹوں میں سے صرف اسی یوسف کو پسند فرمایا ہے چونکہ یوسف ہی خالق اکبر کی خاص مہربانیوں کا مستحق ٹھہرا ہے اسی وجہ سے یعقوب کو بھی یوسف سے پیار تھا کہ یہ اللہ کا پیارا ہے۔

اذ قالو لیوسف و اخوہ احب الیٰ ابینا منا و نحن عصبة ان ابا نا لفی ضلٰلٍ مبین۔ (یوسف)

وہ وقت یاد کرو جب کہ انہوں نے کہا کہ یقیناً یوسف اور اُس کا بھائی حقیقی ہماری نسبت ہمارے باپ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم پوری جماعت ہیں یقیناً ہمارا باپ یوسفؑ کی محبت میں گم ہے۔

یعنی یوسف کے دوسرے بھائی کہتے تھے اپنی زبان میں کہ ہمارے باپ کے سر پر کیا چیز سوار ہوگئی ہے کہ ہم اُس کے دس جوان کارکن فرمانبردار بیٹے ہیں لیکن ہمارا باپ یعقوب قطعاً وہ محبت اور پیار ہم سے نہیں کرتا جو اُس ایک چھوٹے سے بچہ (یوسف) سے کرتا ہے۔

یہ بات وہ اس لیے کرتے تھے کہ اُن کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ یعقوبؑ کی یوسفؑ سے محبت اس لیے نہیں تھی کہ وہ اُن کا بیٹا تھا بلکہ اس لیے تھی کہ وہ خدا کا پسندیدہ تھا۔ یعنی یعقوبؑ کی یوسفؑ سے محبت فقط اور فقط خوشنودی خدا کی خاطر تھی۔

**مصطفیٰؐ کو بھی زہراؑ سے محبت خدا کی خاطر تھی:**

پس انبیاء کرام علیہم السلام کو کسی سے بھی اگر محبت ہوتی ہے تو خواہشات نفسانی کے تحت نہیں ہوتی بلکہ حصول رضائے الٰہی کی خاطر ہوتی ہے کیونکہ خدا اُسی کو اچھا سمجھتا ہے جو اُس کی پسندیدہ شئے کو پسند کرے یہ ایک مقدمہ تھا اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے صدیقہ کبریٰ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے جو محبت و عقیدت ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھی وہ فقط خدا کی خاطر تھی خاندان یا بیٹی ہونے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ خداوند عالم کی پسندیدہ تخلیق ہونے کی وجہ سے کیونکہ اس معظمہ بی بی کی قدرومنزلت اور شان وشوکت اور عزت وعظمت کو جو خدا کے نزدیک ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہدہ فرما چکے تھے۔

**سیب بہشتی مادہ نطفہ زہراؑ:**

معراج کی رات رسالتمآب نے درخت طوبیٰ سے ایک سیب لیا اور اُس کے دو ٹکڑے کیے تو اس کے درمیان ایک روشنی ظاہر ہوئی آپ نے جبرائیل سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی یہ نور منصورہ خدا ہے آسمان میں اور فاطمہ زمین میں۔ فرمایا آسمان میں منصورہ کیوں ہے؟ عرض کی چونکہ اس کی خدا سے دوستی ہے بروز محشر شفاعت کے سلسلے میں۔

اس سیب کو حضورؐ نے تناول فرمایا جس سے مادہ نطفہ زہراؑ منعقد ہوا۔ پس اصلی بدن زہراؑ دوسرے عالم بہشت میں تھا اسی وجہ سے آپ پاک و پاکیزہ تھیں اور زنانہ عادات وعارضات سے پاک وصاف تھیں۔

**زہراؑ کی تکلیف مصطفیٰؐ کی تکلیف ہے:**



اس روایت شریف کو تمام شیعہ وسنی حضرات نے پیغمبر اسلام سے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص جناب فاطمہؑ کو تکلیف پہنچائے گا وہ یہ سمجھ لے کہ حقیقت میں اُس نے میں محمدؐ کو تکلیف پہنچائی ہے اور جوان سے عقیدت ومحبت کا مظاہرہ کرے گا اُس نے مجھ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا۔

یہی عظمت ومنزلت جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھی جس کی وجہ سے سردار الانبیاء احمد مجتبیٰ ومحمد مصطفیٰؐ اپنی بیٹی بتول کے ہاتھوں پر بوسہ دیا کرتے تھے۔

**آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری:**

کتاب ریاحین الشریعہ جلد اول میں احادیث معتبرہ میں رسول خداؐ کے اس فرمان کو نقل کیا گیا ہے کہ خداوند عالم نے تمام پیغمبروں میں بہشت کی خوشبو رکھی ہے اور حور العین میں بہشت کے

چنبیلی کے پھول کی خوشبو رکھی ہے اور فرشتوں میں بہشت کے گلاب کے پھول کی خوشبو رکھی ہے اور یہ نبیوں، حوروں اور فرشتوں میں جو علیحدہ علیحدہ خوشبو ہے یہ تمام کی تمام مکمل طور پر جناب بتولؑ میں ہے یعنی یہ کہنا مناسب ہوگا کہ پوری کائنات میں تحت الثریٰ سے لے کر عرش علی تک جتنی بھی خوشبو پھیلی ہوئی ہے اس کا مرکز جناب سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

اب بھی کسی کو کلام کرنے کی گنجائش ہے کہ رسول خدا اسقدر اپنی بیٹی بتولؑ سے پیار کیوں کرتے تھے اُن کو دیکھ کر خوش کیوں ہوتے تھے اس لیے کہ وہ بہشت کو ظاہر کرنے والی ہیں جہاں بھی جاتی تھیں بہشت کی خوشبو آتی تھی۔ لہٰذا

خدا کی خوشی فاطمہؑ کی خوشی کے ساتھ ہے:

بحار الانوار کی دسویں جلد میں لکھا ہے کہ جس وقت حضور اکرمؐ دیکھتے کہ میری بیٹی اور اللہ کی کنیز فاطمہؑ آرہی ہیں تو احتراماً کھڑے ہو جاتے اور فرماتے ''فداھا ابوھا'' تیرا باپ محمد تجھ پر قربان اے فاطمہؑ بیٹی۔

پھر فرماتے خدا کی خوشی اور ناراضگی کا تعلق فاطمہؑ کی خوشی اور ناراضگی کے ساتھ ہے یعنی جس پر فاطمہؑ خوش ہیں اس پر خدا بھی خوش ہے اور جس پر فاطمہؑ ناراض ہیں اس پر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہے۔

بنی امیہ کو عمر بن عبدالعزیز کا جواب:

کتب ہائے تاریخ میں لکھا ہے جس کو شیعہ و سنی دونوں حضرات تسلیم کرتے ہیں کہ جس وقت عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہؑ کو جاگیر فدک واپس کر دی تو بنی امیہ والوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ تو نے اولاد فاطمہؑ کو ہم پر ترجیح کیوں دی ہے؟

عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ تم نے پیغمبر اسلام کا یہ فرمان نہیں سنا ہوا کہ جس نے فاطمہؑ کو خوش کیا اُس نے مجھ کو خوش کیا اور اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا میں چونکہ کوئی عمل نہیں رکھتا تھا لہٰذا اولاد فاطمہؑ کو خوش کر کے چاہتا ہوں کہ فاطمہؑ خوش ہو جائیں اور اُن کی خوشی سے خدا خوش ہو جائے گا۔

## آیت اللہ الشیخ محمد تقی بہجت

رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں مرحوم ایک عظیم روحانی شخصیت کے مالک تھے ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور شیعیان جہان کو ہر صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا کے اساتذہ کرام اور اور طلبا نے ان کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی اور ان کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی۔

باب المتفرقات

# حضرت صاحب الامر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا حکم

موسسہ قرآن وعترت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت صاحب الامر علیہ السلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے دستخط مبارک سے صادر شدہ توقیع میں غلاۃ پر سخت تنقید وارد ہوئی ہے اور یہ محمد بن علی بن ہلال کرخی کے خط کے جواب میں صادر ہوئی تھی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''اے محمد بن علی! خداوند متعال اپنی صفت بیان سے بلند و عظیم ہے اُسکی ذات پاک وپاکیزہ ہے اور وہی لائق تعریف ہے ہم اُس کے علم وقدرت میں شریک نہیں بلکہ خداوند قدوس کے علاوہ کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا جیسا کہ وہ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

قل لا یعلم من فی السموت و الارض الغیب الا اللہ و ما یشعرون ایان یبعثون۔ کہہ دیجئے: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کی وہ باتیں نہیں جانتے سوائے اللہ کے اور نہ انہیں یہ علم ہے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (سورۃ النمل آیت ۶۵)

میں اور میرے آباؤ اجداد چاہے وہ اولین میں سے ہوں جیسے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، اور تمام انبیائے ماسلف چاہے آخرین میں سے ہوں جیسے محمد رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام اور تمام آئمہ طاہرین علیہم السلام جو میرے زمانے تک گزر چکے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے بندے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکاً و نحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ (۱۲۴) قال رب لم حشرتنی اعمیٰ و قد کنت بصیراً (۱۲۵) قال کذالک اتتک ایتنا فنسیتھا و کذلک الیوم تنسی (۱۲۶)

''اور جو میرے ذکر (قرآن مجید) سے منہ موڑے گا اُسے یقیناً ایک تنگ زندگی نصیب ہوگی اور بروز قیامت ہم اُسے اندھا محشور کریں گے (۱۲۴) وہ کہے گا: پروردگارا! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو بینا تھا (۱۲۵) جواب ملے گا: ایسا ہی ہے! ہماری نشانیاں تیرے پاس آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا تھا اور آج تو بھی اسی طرح بھلایا جا رہا ہے (۱۲۶)۔ سورۃ طٰہٰ

اے محمد بن علی! ہمیں ان جاہل اور احمق شیعوں نے بہت دکھ اور اذیت دی ہے۔ ایسے جاہلوں کے دین سے مچھر کا پر بھی زیادہ وزنی ہے۔

میں اُس اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی گواہ کی حیثیت سے کافی ہے۔ میں رسول اللہؐ، تمام ملائکہ اور تمام انبیاء واولیاء علیہم السلام کو اور خود تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں بلکہ جس جس تک میری یہ تحریر پہنچے۔

کہ میں ہر اُس شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی

برأت چاہتا ہوں جو یہ کہے کہ ہم علم غیب جانتے ہیں اور ہم اُس کے ملک میں شریک ہیں یا جو ہمیں ایسے مقام پر فائز سمجھے جس پر خداوند متعال راضی نہیں ہے۔ اور جس مقام کیلئے اُس نے ہمیں خلق کیا ہے وہ وہی مقام ہے جو میں نے اپنے خط کی ابتداء میں بیان کیا ہے اگر اس میں حد سے تجاوز کرے تو تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ہم اُس سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ، ملائکہ، رسل اور اولیاء اللہ سب اُس سے دور و بری ہیں۔

میری یہ توقیع تیری گردن میں اور جو بھی اسے سن لے، ایک امانت قرار دیتا ہوں کہ اسکو ہمارے کسی موالی اور شیعہ سے مخفی نہ رکھے بلکہ ہر شیعہ پر یہ توقیع واضح و ظاہر کرے۔ شاید اللہ تعالیٰ اُسکو ہدایت کردے اور وہ دین حق کی طرف لوٹ آئے۔ جس شئی کی حقیقت و انتہاء کو وہ نہیں جانتا اُس سے باز آ جائے حالانکہ اُن کی حقیقت کو پہنچا بھی نہیں جا سکتا۔ پس جو کوئی میرے اس خط کو سمجھ لے اور ہمارے حکم امر و نہی کی طرف نہ لوٹے اُس پر خدا کی لعنت ہو اور اُن کی بھی لعنت ہو جن نیک بندوں کا ذکر خط میں ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوالحسن علی بن احمد دلال قمیؒ روایت کرتے ہیں کہ شیعہ کے ایک گروہ میں اختلاف واقع ہوا کہ آیا اللہ تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام کے سپرد کر دیا ہے کہ خلق کریں اور رزق دیں؟ ایک قوم کہتی تھی ایسا ہونا محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اجسام کو خلق کرنا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی قدرت میں نہیں ہے دوسرے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ علیہم السلام کو ان کاموں پر قادر کر دیا ہے لہٰذا وہ خلق بھی کرتے ہیں اور رزق بھی دیتے ہیں یہ اختلاف شدید صورت اختیار کر گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ جھگڑا کیوں کرتے ہو تم سب مل کر جناب ابوجعفر محمدؒ بن عثمان (نائب امام زمانہ علیہ السلام در غیبت صغریٰ) کی طرف رجوع کیوں نہیں کر لیتے؟

اُن سے سوال کرلو جو عقیدہ حق ہوگا وضاحت فرما دیں گے کیونکہ حضرت صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنے کا ہمارا راستہ وہی ہیں۔ یہ رائے سب کو پسند آ گئی اور سب جناب ابوجعفرؒ کی طرف خط لکھنے پر راضی ہو گئے۔ سوال لکھ کر بھیج دیا گیا جواب توقیع مبارک کی شکل میں ظاہر ہوا جس کا متن یہ ہے:

"بیشک اللہ تعالیٰ ہی وہی ذات ہے جو جسموں کو پیدا کرتا ہے اور رزق تقسیم کرتا ہے کیونکہ وہ جسم نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی جسم میں سماتا ہے اُسکی مثل کوئی چیز نہیں ہو سکتی وہی سمیع و بصیر ہے۔ رہے ہم آئمہ علیہم السلام! سو ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں تو صرف وہی خلق کرتا ہے، ہم سوال کرتے ہیں تو صرف وہی رزق دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سوال کو قبول کرتا ہے اور ہمارے حق کی عظمت کو ظاہر فرماتا ہے"۔

(کلام معصوم علیہ السلام کی درج ذیل آیات الٰہی بھی تائید فرماتی ہیں)

۱۔ سورۃ الرعد۔ آیت ۱۶

۲۔ سورۃ العنکبوت۔ آیت ۶۲

۳۔ سورۃ المومن۔ آیت ۶۲

۴۔ سورۃ الفاطر۔ آیت ۳

☆☆☆☆☆☆☆

باب المتفرقات

# اِنفاق راہ خدا میں مال خرچ کرنا

از موضوعی داستانیں مؤلف کاظم سعید پور مترجم (مولانا اقبال حسین خان)

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

امنوا باللہ و رسولہٖ و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین آمنوا منکم و انفقوا لھم اجرٌ کبیر۔ (حدید ۵۷:۷)

اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس سے کہ جس میں خداوند متعال نے تمہیں اپنا جانشین وقائم مقام قرار دیا ہے۔ (یعنی جو اس نے اپنا مال آپ کے اختیار میں قرار دیا) سے خرچ کرو۔ کیونکہ تم میں سے جو ایمان لائے اور اللہ کے راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے لیے اجر عظیم ہے۔

قرآن کریم میں ہی ارشاد رب العزت ہے:

و ما انفقتم من شئیٍ فھو یخلفہ (سبا ۳۴:۳۹)

اور جو تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عوض عطا فرماتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ملعونٌ ملعونٌ من وھب اللہ لہ مالاً فلم یتصدق منہ بشئیٍ

جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال عنایت فرمائے اور اس سے راہ خدا میں تصدق نہ کرے وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے۔

(میزان الحکمۃ حدیث نمبر ۲۰۳۲۲)

با خلق کرم کن کہ خدا با تو کرم کرد (سعدی)

خدا نے جو تجھ پر کرم کیا ہے تم اس کی مخلوق پر کرم کیا کرو۔

ساغرت پر است بنوشان و نوش کن (حافظ)

تیرا جام پر ہے دوسروں کو بھی پلا اور خود بھی پی

رنج خود و راحت یاران طلب (نظامی)

اپنے لیے مشکلات اور دوستوں کی آسانیاں تلاش کرو۔

سوزن ھمہ را می پوشاند و خودش سخت راہ می رود (نظامی)

سوئی کام کرتی ہے، سب کو لباس پہناتی ہے اور خود سختیاں برداشت کرتی ہے۔



<u>دست خدا:</u> حضرت امام زین العابدین علیہم السلام جب کسی فقیر کو کچھ عطا فرماتے تو جس ہاتھ سے دیتے تھے تو اپنے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے۔ اور کبھی کبھی تو سائل کا ہاتھ بھی چوم لیتے تھے۔ جب آپ سے اس کے بارے سوال کیا گیا کہ آقا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: کیا آپ نے قرآن میں نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **و یاخذ الصدقات** اللہ تعالیٰ خود صدقات وصول فرماتا ہے۔ پس میں اس لیے اپنا ہاتھ چومتا ہوں کہ یہ سعادت اسے حاصل ہوئی کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے صدقہ وصول فرمایا۔ اور یہ با برکت ہوا۔

<u>زخموں کے نشان:</u> کربلا معلّیٰ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کے بعد آپ کے بدن مبارک پر کچھ ایسے زخموں کے

نشان پائے گئے جو آپ کے کاندھوں پر تھے۔ لیکن وہ تیروں اور تلواروں اور نیزوں کے زخم نہ تھے۔ اس بارے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ذکر کیا گیا تو آپ نے وضاحت فرمائی کہ میرے والد بزرگوار راتوں کو اس قدر آٹا، خرما، اور درہم و دینار کی تھیلیاں اپنے کندھوں پر اٹھا کر فقراء و مساکین تک لے جاتے تھے کہ آپ کے کندھوں پر ان کے نشان ہو گئے تھے اور یہ نشانات وہی ہیں، جو زخموں کی شکل میں نظر آ رہے ہیں۔

حق برادری: اللہ تبارک و تعالیٰ نے شب ہجرت جب رسول خداؐ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضرت علی علیہ السلام قربانی کے لیے رسول اکرمؐ کے بستر پر سو گئے تو حضرت جبرئیل و میکائیل کے درمیان اخوت و برادری قائم فرمائی اور فرمایا میں نے تمہارے درمیان اخوت قرار دی ہے۔ اور تمہاری ایک دوسرے سے عمریں بھی زیادہ قرار دی ہیں۔ اب تم میں سے کون ہے جو دوسرے پر اپنے آپ کو قربان کردے۔ جبرئیل و میکائیل دونوں نے زندگی کو ترجیح دی اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں فرمایا کیا تم حضرت علی بن ابی طالبؑ کی طرح ہو سکتے ہو کہ میں نے ان کے اور اپنے پیغمبر کے درمیان برادری قائم کی ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سوئے ہیں، تاکہ ان پر اپنی جان قربان کریں۔ اب جاؤ اور زمین پر جا کر ان کی ان کے دشمنوں سے حفاظت کرو۔ وہ دونوں فرشتے آئے اور حضرت جبرئیل حضرت علی علیہ السلام کے سرہان کھڑے ہوئے اور حضرت میکائیل پاؤں کی طرف سے اور پھر جناب جبرائیل نے فرمایا: مبارک ہو تمہیں اے فرزند ابو طالبؑ کہ خداوند متعال آپ کے ذریعہ ملائکہ پر فخر کر رہا ہے۔ اور پھر اسی حالت میں جب رسول خداؐ مدینہ کے راستے میں تھے یہ آیت نازل ہوئی: و من الناس من یشتری نفسه اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی جان کو اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے حصول کے لئے فروخت کر دیتے ہیں۔

بے لوث خیرات: حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام نے ایک فقیر درویش کو دیکھا اس نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اور تو کس کا فرزند ہے؟

فقیر نے عرض کیا: میرا نام فلاں ہے، اور میں فلاں شخص کا فرزند ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہی اچھا ہوا کہ آپ آ گئے بہت دنوں سے میں آپ کی تلاش میں تھا۔ چاہتا تھا کہ آپ ملیں کیونکہ میں نے اپنے والد بزرگوار کی یادداشتوں میں دیکھا ہے، وہ آپ کے چند درہموں کے مقروض تھے۔ میں چاہتا ہوں اپنے والد گرامی کا قرضہ واپس کر کے ان کا قرض ادا کردوں۔ آپ نے اس درویش کی امداد کا یہ طریقہ اختیار فرمایا تاکہ وہ آپ کی امداد کو قرضہ سمجھے۔ اور لوگوں میں اسے یہ مال لیتے ہوئے شرم محسوس نہ ہو۔

آبرومندی باعث اعتماد: شیخ زین العابدین علماء میں سے بزرگ عالم دین اور لوگوں میں زیادہ عزت و آبرو کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مالدار ان پر بہتر زیادہ اعتماد کرتے تھے وہ ایران کے شہر مازندران سے ہجرت کر کے عراق کے شہر سامراء چلے گئے وہاں خدمت علم و دین میں مصروف عمل ہو گئے۔ شدید مریض ہوئے۔ انہیں دنوں عالم بزرگوار آقائے میرزا شیرازیؒ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے ان کی دلجوئی فرمائی اور تسلی دی۔ جناب شیخ زین العابدین نے جو کہ اپنے دل میں احساس کر رہے تھے کہ قریب المرگ ہوں فرمایا۔ مجھے صرف ایک پریشانی دامن گیر ہے

کہ اگر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف مجھ سے پوچھیں کہ اے زین العابدین ہم نے اپنی خصوصی توجہات سے تجھے لوگوں کی نظروں میں آبرو دی تھی اور اعتماد عطا فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ آپ کو قرض دینے کے لیے آمادہ رہتے تھے اور اعتبار کرتے تھے۔ پس کیونکر تو نے قرضہ زیادہ نہ لیا، اور دین کے لیے کام نہ کیا۔ فقراء و مساکین کی حاجت روائی نہ کی؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟

جناب میرزا شیرازیؒ پر اس بات کا اس قدر اثر ہوا کہ جونہی واپس تشریف لائے جو کچھ گھر میں موجود تھا مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

حاجت روائی میں جلدی: ایک شخص تحریر درخواست لے کر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس میں اس نے اپنی حاجت تحریر کر رکھی تھی آپ نے درخواست لے لی اور اسے کھول کر پڑھنے سے قبل ہی اس کی حاجت روائی کا حکم صادر فرمایا۔ محفل میں موجود لوگوں میں سے کسی نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ اگر آپ اس کی درخواست پڑھ لیتے تو بہتر نہ تھا؟ آپؑ نے فرمایا۔ درست ہے، لیکن مجھ حسن مجتبیٰ کو خیال آیا کہ اس کی درخواست پڑھنے کی دیر تک جس قدر وہ میرے سامنے ذلیل انداز میں کھڑا رہے گا، مجھے شرم محسوس ہوگی اور کوئی بڑی بات نہیں کہ اس بارے مجھ سے میرا خدا سوال کرے۔ اس لیے میں نے جلدی سے اس کی حاجت روائی کر دی ہے۔

مثالی کرم نوازی: ایک بار میدانِ جنگ میں دوران جنگ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک مشرک کے تلوار مانگنے پر اسے اپنی شمشیر دیدی، جب آپ کے مدمقابل دشمن نے آپ سے یہ سلوک مشاہدہ کیا تو اس نے آپ سے سوال کیا: اے فرزند ابوطالب! مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ آپ اس حالت میں جو حالت جنگ ہے اور تلوار کا ہونا انتہائی ضروری ہے مجھے تلوار بخش رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: جب تو نے تلوار مانگی تو تیری حیثیت ایک سائل کی ہوگئی، اور علیؑ کے لیے کسی صورت بھی سائل کو خالی لوٹانا علیؑ کی کرم نوازی کے خلاف ہے۔ وہ شخص فوراً اپنے گھوڑے سے اُترا، اور آپ سے پوچھا: کیا آپ کی مذہبی روش کا یہی تقاضا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ آپ کے قدموں کا بوسہ لیتے ہوئے مسلمان ہوگیا۔

سخی ہاتھ: ایک عرب شخص مدینہ منورہ آیا، لوگوں سے سوال کیا اس شہر مدینہ کا سخی ترین شخص کون ہے۔ لوگوں نے کہا: حسین بن علی علیہ السلام وہ شخص مسجد نبوی میں آیا تو آپ کو مشغول نماز پایا۔ اس نے مسجد کے دروازے پر یہ اشعار پڑھنے شروع کر دیے، جن کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

”جسے آپ سے امیدیں ہیں، جو آپ کے دروازے پر دستک دیتا ہے، وہ کبھی ناامید نہیں لوٹے گا۔ آپ تو دکھیوں کا سہارا ہیں۔ آپ کے والد فاسقوں کے قاتل تھے۔ اگر آپ کے والد کی رہنمائی نہ ہوتی تو ہمارے بدن جہنم کا ایندھن ہوتے۔“

آپ علیہ السلام جب نماز سے فارغ ہوئے تو جناب قنبر سے دریافت فرمایا: کیا حجاز کے مال سے کچھ باقی ہے؟ قنبر نے جواب دیا: جی ہاں۔ چار ہزار دینار باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا: لے آؤ۔ اس کا مستحق آگیا ہے۔

قنبر مال لے آئے۔ آپ نے اپنی اُوپر لی ہوئی دو چادریں جو اس وقت آپؑ کے بدن مبارک پر موجود تھیں، اُتار کر اس مال

میں شامل کر دیں۔ اور رقم ان میں لپیٹ کر اپنے دست مبارک میں لے کر دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر اپنا ہاتھ مبارک باہر نکال کر اس عرب کو دیدیا۔ اور فرمایا: اسے لے لو اور میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ یقین کر لو کہ ہم آپ لوگوں پر مہربان ہیں۔ آئندہ بھی اگر ادھر سے گزر ہو تو آپ کے عصا کی دستک سے اس آسمان جود و احسان سے آپ پر عنایات کی بارش ہو گی۔

وہ شخص اموال لے کر رو دیا۔ اسے روتا دیکھ کر امام علیہ السلام نے پوچھا: اے بندہ خدا کیا یہ مال تھوڑا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: میں اس لیے نہیں رویا میرا رونا تو اس لیے ہے کہ اتنا عظیم سخاوت مند ہاتھ کس طرح زیر خاک دفن ہو گا۔

مترجم: سائل نے آپ کو مدینہ میں دیکھا تھا۔ اس کی آپ سے مسجد نبویؐ میں ملاقات ہوئی۔ اگر اسے کربلا میں آپ سے ملاقات کا موقعہ ملتا تو یقیناً وہ اس سے بھی زیادہ گریہ کرتا۔ شاید اس کے گریہ کی انتہا نہ ہوتی کہ وہی سخاوت مند ہاتھ پانی کے قطرہ قطرہ کے لیے محتاج تھا۔ اور اسی ہاتھ پر بے شمار ان گنت ہمہ قسمی ہتھیاروں کے زخم تھے۔ وہی ہاتھ اسلام کے دفاع کے لیئے تلوار اٹھانے پر مجبور تھا، اور اسی خوبصورت سخاوت مند ہاتھ کی پاکیزہ انگلیاں زخمی ہوئیں۔ اسے شہید کرنے کے بعد تین روز تک بے گور وکفن کربلا کی گرم ریگستانی زمین پر دھوپ میں سونا پڑا۔ لیکن اسی ہاتھ نے بلند ہو کر تاریخِ اسلام میں شہادت، حریت اور اسلامی اقدار کی پاسداری کی مثال رہتی دنیا تک قائم کر دی۔

مخفی سخاوت: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جب اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد انہیں غسل دے رہے تھے تو ہمراہی حضرات نے آپؑ کے دست و پاء و پیشانی مبارک پر کھردری جلد مبارک کا مشاہدہ کیا، جو آپ کے زیادہ سجدے کرنے کی وجہ سے بن گئی تھی، پھر آپ کی پشت مبارک پر بھی اسی قسم کے آثار نظروں سے گزرے جو کاندھوں پر بھی تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جب اس بارے پوچھا گیا تو آپ نے وضاحت فرمائی۔ فرمایا: اس کے بارے میں میرے والدِ گرامی کی زندگی میں پوچھا جاتا تو میں ہرگز نہ بتاتا۔ آپ کی زندگی میں کوئی ایسا وقت نہیں ہوتا تھا جس میں آپ کو فرصت ملے اور آپ یہ کام انجام نہ دیں۔ آپ نادار اور فقراء قسم کے لوگوں کی خوراک کی فکر میں ہمیشہ رہتے تھے، اسی لیئے رات کے اوقات میں خوراک کی تھیلیاں بھر کر نکل پڑتے۔ کہ جب مدینہ کے لوگ سو جاتے تو آبرومند اور سوال سے گریزاں تنگ دست لوگوں کے دروازوں پر جاتے ان کے گھروں میں اس طرح وہ سامان خوراک پہنچا آتے کہ انھیں معلوم نہ ہو سکتا دینے والا اور پہنچانے والا کون ہے۔



لقمۂ نان لقمہ جان کے بدلے: حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں کئی سال مسلسل قحط سالی ہوئی۔ ایک دن ایک عورت کو ایک لقمہ کھانے کو ملا۔ اس نے جونہی اپنے منہ میں ڈالا کسی بھوکے سائل کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اس نے موقعہ غنیمت سمجھ کر اسی وقت اپنے منہ سے لقمہ نکال کر اس سائل کو دیدیا۔ اس خیال سے کہ یہ راہ خدا میں دینے کا بہترین موقعہ ہے۔ اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جو اچانک بھیڑیے کے حملہ کا شکار ہوا۔ بھیڑیے نے اس کے بچے کو منہ میں لیا اور جنگل کی طرف دوڑا۔ عورت بھی ماں کی ممتا سے مجبور تیز تیز اس بھیڑیے کے پیچھے دوڑی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ اپنے رب کو پکار رہی تھی۔ پروردگارا! میرے بچے کو نجات عطا فرما۔

رب ذوالجلال نے حضرت جبرائیل کو روانہ کیا جا کر بچے کو بھیڑیے کے منہ سے نکال کر اس کی ماں کو دیدو کہ میں نے اس لقمہ خوراک کو اس لقمہ کا صدقہ قرار دیا ہے۔ حضرت جبرائیل نے بچے کو بھیڑیے کے منہ سے نکال کر ماں کی گود میں رکھا، اور فرمایا: اے کنیز کیا اب تجھے خوشی ہوئی ہے؟ یہ لے یہ تیرے لقمہ کا تبادلہ ہوا ہے۔

موت کی گھڑی ٹل گئی: ایک دن ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے سے گزرا تو آپ نے اسے غور سے دیکھا اور فرمایا اس شخص کی موت قریب ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہ شخص مر جائے گا، اس کی نماز جنازہ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ شخص چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد پھر آ گیا۔ حواریوں نے پوچھا: اے نبی خدا! اب تو کافی وقت گزر گیا ہے۔ لیکن وہ شخص تو ابھی زندہ ہے۔ پس آپ کی بات کا کیا ہوا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے پوچھا: آپ نے کونسا کار خیر انجام دیا ہے؟

اس نے کہا: مجھے دو بھوکے فقیر مل گئے تھے۔ میں نے انہیں دو روٹیاں صدقہ دی ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: اس کے بعد تو نے کیا دیکھا۔ اس نے کہا: میرے پاس ایک ایندھن کی گٹھڑی تھی۔ میں جب اسے اٹھانے گیا تو ایک سیاہ سانپ اس سے نکل کر بھاگ گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ سانپ اس شخص کی موت کا سبب بن کر آیا تھا۔ اس کے صدقہ کی وجہ سے اسے واپس بلا لیا گیا۔

حاجت مندوں کی امداد: ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ذاتی مال سے کافی مقدار خرما خرید کر ایک ایسے شخص کو بھجوایا جس نے آپ سے اپنی حاجت مندی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہاں پر موجود ایک شخص نے آپ پر اعتراض کیا مولا اس شخص نے آپ سے اظہار حاجت نہیں کیا، اور آپ سے کچھ مانگا بھی نہیں، اور بظاہر آپ نے جو مقدار خرما بھجوایا ہے۔ اس کا ایک پنجم بھی اس کے لیے کافی تھا۔ آپ نے اس قدر زیادہ مقدار کیوں بھجوایا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال مسلمانوں میں آپ جیسی سوچ والے افراد زیادہ پیدا نہ فرمائے۔ تو کتنا پست آدمی ہے، میں اپنے مال سے خود خرچ کر رہا ہوں اور تجھے کیوں بخل لاحق ہو رہا ہے۔ کیونکہ اگر میں صرف اس بات کا پابند ہو جاؤں کہ صرف انہی لوگوں کو عطا کروں جو مجھ سے سوال کریں تو پھر تو علی نے بخشش نہیں کی۔ بلکہ یہ تو میں نے انہیں معاوضہ دیا ہے۔ میں نے انہیں اس بات پر مجبور کیا ہے کہ جو اوقات انہیں عبادت وسجدہ میں گزارنا ہے۔ ان میں میری طرف متوجہ ہوں۔ پس اس صورت میں تو یہ معاملہ اور معاوضہ ہوا۔ اور میں نے ان کی آبرو کا معاوضہ نہیں دیا۔ احسان تو جب ہے کہ بغیر سوال کے دیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆

بقیہ اخبار غم

۱۰۔ ملک سلطان محمود ڈی جی خان کی اہلیہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

۱۱۔ پروفیسر خادم حسین لغاری کی بہن و ماموں وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

# اخبار غم

××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××××

۱۔ آہ الحاج خواجہ محمد نواز مرحوم! شیعی دنیا میں یہ خبر غم اثر بڑے دکھ درد سے سنی جائیگی کہ خواجگان اوچ شریف ضلع بہاولپور کے روح رواں مرد مومن جناب الحاج خواجہ محمد نواز صاحب بڑی روح فرسا اور طویل علالت کے بعد راہی ملک بقا ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے بحق النبی و آلہ اور اس صدمہ جانکاہ پر مرحوم کے اکلوتے اور لائق و فائق فرزند ارجمند الحاج خواجہ محمد حسنین سلمہ کو تعزیت پیش کرتے ہیں۔

۲۔ جناب محمد قاسم سیال کو صدمہ ہم نے بڑے قلبی دکھ درد کے ساتھ یہ خبر سنی کے جھنگ کے مہر قاسم علی سیال کے برادر محترم مہر کاظم ان کو داغ مفارقت دے کر دار فانی سے دار جاودانی کی طرف چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے بحق النبی و آلہ الطاہرین (شریک غم ادارہ)

۳۔ آقا شیر محمد مرحوم بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر غم اثر سنی جائے گی کہ کوٹلہ جام ضلع جھنگ کے مخلص مومن شیر محمد صاحب پچھلے ہارٹ پرابلم سے انتقال کر گئے دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

۴۔ آہ ظفر علی مرحوم۔ ہمیں جہانیاں شاہ ضلع سرگودہا کے جواں سال ظفر علی کی ہمشیرہ کی ناگہانی موت کی خبر سنکر بہت افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اسکی ضعیف اور بیوہ ماں کو صبر وسکون اور مرحوم کی اولاد کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور آئندہ مصائب سے محفوظ فرمائے بجاہ النبی وآلہ (ادارہ)

۵۔ علامہ غلام حسن صاحب قبلہ پرنسپل باب النجف جاڑا ضلع ڈی آئی خان کی ہمشیرہ اور حاجی بشیر حسین کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

۶۔ حاجی فیض احمد صاحب پرنسپل کی اہلیہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور جوار سیدہ سلام اللہ علیہا میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

۷۔ میر خاندان کے ڈاکٹر عابد حسین برمنگھم کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

۸۔ ڈاکٹر ملازم حسین مرحوم آف سنگورا کہ ضلع سرگودہا وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

۹۔ مظہر حسین خان کی اہلیہ چک نمبر ۹۲ سرگودہا میں وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۳۹ پر ملاحظہ فرمائیں

# اہل ایمان کیلئے عظیم خوشخبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرہ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ **فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن** کی مکمل ۱۰ جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباحات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے ہے۔

۲۔ **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال و عبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لیکر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصۂ شہود پر آگئی ہے جسکا ہدیہ دو سو روپے ہے۔

۳۔ **اعتقادات امامیہ** ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد و اصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مبدء سے لیکر لحد تک زندگی کے کام انفرادی و اجتماعی اعمال و عبادات کا تذکرہ ہے تیسری بار [illegible] ہدیہ صرف تیس روپے۔



۴۔ **اثبات الامامت** ائمہ اثنا عشری کی امامت و خلافت کے اثبات پر عقلی و نقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن

۵۔ **اصول الشریعہ** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔

۶۔ **تحقیقات الفریقین** اور **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن عنقریب قوم کے سامنے پہنچ رہے ہیں۔

۷۔ **قرآن مجید مترجم** اردو مع خلاصۃ التفسیر بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والا ہے جسکا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

۸۔ **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ نویں جلد بہت جلد بڑی آب و تاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

۹۔ **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن عنقریب بڑی شان و شکوہ کے ساتھ عرصہ وجود میں انشاءاللہ آرہا ہے۔

**منجانب**
**منیجر مکتبۃ السبطین** 296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودہا

## حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا

دسترخوان کے '۱۲' اہم اصول ہیں۔ ان اصولوں کو جاننا ہر مسلمان پر لازم ہے۔
ان میں سے چار واجب، چار مستحب اور چار کا تعلق ادب سے ہے۔

☆ چار واجب اصول یہ ہیں:

۱) اللہ کی معرفت رکھنا (یعنی یہ نعمتیں اللہ کی جانب سے ہیں)

۲) اللہ کی نعمتوں پر راضی ہونا

۳) کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

۴) اللہ کا شکر ادا کرنا

☆ چار مستحب اصول یہ ہیں:

۱) ہر کھانے سے پہلے وضو کرنا

۲) بائیں جانب بیٹھنا

۳) بیٹھ کر کھانا' کھانا

۴) تین انگلیوں سے کھانا

☆ وہ چار اصول جن کا تعلق ادب سے ہے:

۱) جو کچھ سامنے ہو، اس میں سے کھانا

۲) چھوٹے نوالے لینا

۳) کھانے کو اچھی طرح چبانا اور اچھی طرح نرم کر کے کھانا

۴) کھانے کے دوران کم سے کم دوسروں کے چہرے کی جانب دیکھنا